بیماری کے شکار شخص کے حکم
سے متعلق واضح و روشن حق

الحق المجتلیٰ
فی حکم المبتلیٰ

مصنف

اعلیٰ حضرت مجدّد دامام احمد رضا علیہ الرحمہ

الحق المجتلیٰ فی حکم المبتلیٰ

۱۳۲۰ھ

(بیماری کے شکار شخص کے حکم سے متعلق واضح و روشن حق)

مسئلہ ۸۴: از گونڈا ملک اودھ مرسلہ مسلمانان گونڈا عموماً و حافظ عبد العزیز صاحب مدرس مدرسہ انجمن اسلامیہ گونڈا ذوالحجہ ۱۳۲۴ھ

زید کا خون جوش کھا رہا ہے بلکہ ایک دو اعضاء جسم کے بگڑ گئے اور احتمال ہوتا ہے کہ آئندہ بھی بگڑ جائیں گے، ایسے شخص کی نسبت اطباء حکم دیتے ہیں کہ اس کے ساتھ کھانا پینا اور نشست و برخاست بھی قطعی منع ہے بلکہ اطباء شرع شریف کا بھی ایسا ہی حوالہ دیتے ہیں، دریافت طلب یہ امر ہے کہ شرع شریف کا کیا حکم ہے اور ایسے شخص سے اجتناب لازم ہے یا کیا؟ مدلل و مفصل زیب قلم ہو۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ علی دین الاسلام والصلوٰۃ والسلام علٰی افضل ھاد الی سبیل السلام وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ الٰی یوم القیام بہ نسأل السلام والسلامۃ عن

دین اسلام (کی عطاء و بخشش) پر اللہ تعالٰی کی تعریف کرتے ہیں اور درود وسلام بھیجتے ہیں اس ہستی پر جو سب سے بہتر اور راہِ سلامتی دکھانے والی ہے اور درود وسلام ہو قیامت تک ان کی آل اور انکے

سیئ الاسقام۔ صحابہ پر، اور ہم بری بیماریوں سے سلامتی اور حفاظت کے لئے اسی سے درخواست کرتے ہیں۔ (ت)

احادیث اس باب میں بظاہر مختلف آئیں، ہم اولاً انھیں ذکر کریں پھران کے شرعی معنیٰ کی طرف متوجہ ہوں کہ بتوفیقہ تعالٰی اس مسئلہ میں حق تحقیق ادا ہو۔

حدیث اول: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتقوا المجذوم کما یتقی الاسد۔ رواہ البخاری فی التاریخ[1] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جذامی سے بچو جیسا شیر سے بچتے ہیں (امام بخاری نے تاریخ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

روایت ابن جریر کے لفظ یہ ہیں:

فرمن المجذوم کفرارك من الاسد[2]۔ رمزالامام الجلیل السیوطی حسنہ علی ما فی التیسیر[3] وصحتہ علی ما فی فیض القدیر[4] وذکرہ باللفظ الاول فی الجامع الصغیر وباللفظ الاخیر فی الکبیر **اقول** وفی کلیھما ظاھرا ابوھریرۃ فالحدیث عنہ فی صحیح البخاری بلفظ فرمن المجذوم کما تفرمن الاسد[5] وسیأتی والجواب ان العزو یتبع اللفظ لاسیما وھو فی البخاری

جذامی سے بھاگ جیسا شیر سے بھاگتا ہے۔ جلیل القدر امام سیوطی (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) نے جیساکہ تیسیر میں ہے اس کی تحسین فرمائی اور فیض القدیر میں اس کی صحت بیان فرمائی۔ پہلے لفظ سے جامع صغیر میں اس کا ذکر کیا جبکہ آخری لفظ سے جامع کبیر میں اسے ذکر کیا **اقول** (میں کہتا ہوں) بظاہر دونوں میں ابوہریرہ ہے، صحیح بخاری میں اس کی حدیث (روایت) فرمن المجذوم کما تفرمن الاسد کے الفاظ سے ہے (یعنی جذامی سے اس طرح بھاگو

---

[1] الجامع الصغیر بحوالہ تاریخ بخاری عن ابی ہریرہ حدیث ۱۴۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۵
التاریخ الکبیر حدیث ۲۰۶۰ دارالباز مکۃ المکرمۃ ۱/ ۱۵۵
[2] الجامع الکبیر للسیوطی بحوالہ ابن جریر حدیث ۱۴۷۵۶ دارالفکر بیروت ۶/ ۲۶۵
[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر حرف الھمزہ تحت حدیث المذکور مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۱/ ۳۰
[4] فیض القدیر " " تحت حدیث ۱۴۱ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۳۸
[5] صحیح البخاری کتاب الطب باب الجذام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۸۵۰

مع زیادات معنی۔ جس طرح تم شیر سے بھاگتے ہو) عنقریب آئیگی اور جواب یہ ہے کہ نسبت کرنا لفظ کے تابع ہوتا ہے خصوصاً جبکہ وُہ بخاری میں معنوی اضافہ کے ساتھ مروی ہے۔ (ت)

دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اتقوا صاحب الجذام کما یتقی السبع اذا هبط وادیا فاهبطوا غیرہ۔ رواہ ابن سعد فی الطبقات[1] عن عبداللہ بن جعفر الطیار رضی اللہ تعالٰی عنهما بسند ضعیف۔

جذامی سے بچو جیسا درندے سے بچتے ہیں، وہ ایک نالے میں اُترے تو تم دوسرے میں اترو۔ (ابن سعد نے "طبقات" میں حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سند ضعیف کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔ ت)

تیسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

کلم المجذوم وبینک وبینه قدر رمح او رمحین۔ رواہ ابن السنی وابو نعیم[2] فی الطب عن عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالٰی عنهما بسند واہ قلت لکن له شاهد یاتی۔

مجذوم سے اس طور پر بات کر کہ تجھ میں اُس میں ایک دو نیزے کا فاصلہ ہو (ابن سنی اور ابو نعیم نے باب طب میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے اسے کمزور سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے لئے شاہد (تائید کنندہ) آگے آئیگا۔ ت)

چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لا تدیموا النظر الی المجذومین۔ رواہ ابن ماجة[3] وابن جریر قلت وسندہ حسن صالح۔

مجذوموں کی طرف نگاہ جما کر نہ دیکھو (ابن ماجہ اور ابن جریر نے اسے روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند صالح ہے۔ ت)

---

[1] الطبقات الکبرٰی ترجمہ معیقیب بن ابی فاطمہ دار صادر بیروت ۴/۱۱۷
کنز العمال بحوالہ ابن سعد عن عبداللہ بن جعفر حدیث ۲۸۳۳۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۵۴
[2] کنز العمال بحوالہ ابن السنی و ابو نعیم فی الطب حدیث ۲۸۳۲۹ " " " ۱۰/۵۴
[3] سنن ابن ماجہ کتاب الطب باب الجذام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۱

دوسری روایت میں ہے :

لاتحدوا النظر الی المجذومین۔ رواہ ابوداؤد الطیالسی والبیہقی[1] فی السنن بسند حسن ایضا کلھم عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

جذامیوں کی طرف پوری نگاہ نہ کرو (ابوداؤد طیالسی اور بیہقی نے السنن میں سند حسن کے ساتھ اسے روایت کیا ہے اور ان سب نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

پانچویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لاتدیموا النظر الی المجذومین اذا کلمتوھم فلیکن بینکم وبینھم قدر رمح۔ رواہ احمد وابویعلٰی[2] والطبرانی فی الکبیر وابن جریر عن فاطمۃ الصغرٰی عن ابیھا السید الشھید الریحانۃ الاصغر وابن عساکر عنھا عنہ وعن ابن عباس معا رضی اللہ تعالٰی عنھم جمیعا۔

جذامیوں کی طرف نظر نہ جماؤ ان سے بات کرو تو تم میں ان میں ایک ایک نیزے کا فاصلہ ہو۔ (امام احمد، ابویعلٰی اور طبرانی نے "الکبیر" میں اور ابن جریر نے سیدہ فاطمہ صغرٰی سے، انھوں نے اپنے والد بزرگوار سید شہید ریحانہ اصغر سے اسے روایت کیا ہے اور ابن عساکر نے ان سے انھوں نے اپنے والد اور ابن عباس سے بھی اسے روایت کیا ہے، اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو۔ ت)

چھٹی حدیث میں ہے جب وفد ثقیف حاضر بارگاہِ اقدس ہوئے اور دست انور پر بیعتیں کیں اُن میں ایک صاحب کو یہ عارضہ تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے فرما بھیجا :

ارجع فقد بایعناك۔ رواہ ابن ماجۃ[3]

واپس جاؤ تمھاری بیعت ہوگئی یعنی زبانی کافی ہے

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب النکاح باب لا یورد ممرض علی مصح الخ دار المعرفۃ بیروت ۷/ ۲۱۸
مسند ابی داؤد الطیالسی حدیث ۲۶۰۱ " " " ص ۳۳۹

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن علی کرم اللہ وجہہ دار الفکر بیروت ۱/ ۷۸
المعجم الکبیر حدیث ۲۸۹۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/ ۳۲-۱۲۱
کنز العمال بحوالہ حم ع طب وابن جریر عن فاطمۃ الخ حدیث ۲۸۳۲۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۵۶-۵۵

[3] سنن ابن ماجہ کتاب الطب باب الجذام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۱

قلت بسند حسن عن رجل من ال الشريد یقال لہ عمرو عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ورواہ ابن جریر فسمی اباہ الشرید وھو الشرید بن سوید الثقفی ذکرہ الامام الجلیل السیوطی بالتخریج الاول فی اول الجامع الکبیر وبالاٰخر فی مسانید جمع الجوامع اقول بل الحدیث فی صحیح مسلم بلفظ انا قد بایعناک فارجع[1] کما ھو لفظ ابن جریر سواء بسواء وقد جربت مثلہ کثیرا علی ھذا الامام فی کثیر من تصانیفہ الشریفۃ کالجوامع الثلثۃ والخصائص الکبرٰی وغیرھا وکان مقصودہ رحمہ اللہ تعالٰی ان یجمع لامثالنا القاصرین ماقلما تصل الیہ ایدینا فان اقتصرنا علی ما افاد وذھلنا عن المتداولات فالقصور منا لامنہ رحمہ اللہ تعالٰی۔

مصافحہ نہ ہونا مانع بیعت نہیں۔ (محدث ابن ماجہ نے اسے روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ سند حسن کے ساتھ آلِ شرید کے ایک شخص سے اسے روایت کیا ہے اور اس کو عمرو کہا جاتا ہے اس نے اپنے باپ سے روایت کی (اللہ تعالٰی اس سے راضی ہو) اور ابن جریر نے اسے روایت کیا اور شرید کے باپ کا نام بھی ذکر کیا یعنی شرید بن سوید ثقفی۔ جلیل الشان امام امام سیوطی نے پہلی تخریج میں جامع کبیر کی ابتداء میں اور دوسری تخریج میں جمع الجوامع کے مسانید میں اس کو ذکر فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں بلکہ صحیح مسلم کی حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ واپس ہوجاؤ بیشک ہم نے تمھیں بیعت کرلیا جیسا کہ ابن جریر کے الفاظ ہیں، دونوں کے الفاظ یکساں ہیں (کوئی خاص فرق نہیں پایا جاتا) ہم نے اس امام پر ان کی بہت سی تصانیفِ شریفہ میں اس طرح کی بہت سی مثالیں دیکھی ہیں اور تجربہ کیا ہے جیسا کہ ان کی تینوں جوامع، خصائص کبرٰی اور ان کے علاوہ دوسری تصانیف، پس اس سے امام موصوف رحمہ اللہ تعالٰی کا مقصد ان سب چیزوں کو جمع کردینا ہے (یکجا کرنا) کہ جن تک ہم جیسے کوتاہ نظر لوگوں کے ہاتھوں کی بہت کم رسائی ہوتی ہے۔ پھر اگر ہم نے ان کے افادہ پر اکتفاء کیا اور ہم متداولات کو بھول گئے تو یہ ہمارا قصور ہوگا نہ کہ علامہ موصوف کا، اللہ تعالٰی ان پر رحم فرمائے۔ ت)

ساتویں حدیث میں ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک مجذوم کو آتے دیکھا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:

یاانس اثن البساط لایطأ علیہ

اے انس! بچھونا الٹ دو کہیں یہ اس پر اپنا

---

[1] صحیح مسلم کتاب السلام باب اجتناب المجذوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۳

بقدمہ۔ رواہ الخطیب[1] عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ وفی القلب منہ شیئ، واللہ تعالٰی اعلم۔

پاؤں نہ رکھو دے (خطیب بغدادی نے ان سے یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے اور اس سے بچھونا الٹ دینے کے متعلق کچھ بات ہے اور اللہ تعالٰی ہی (تمام معاملات کو) بہتر جانتا ہے۔ (ت)

آٹھویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے درمیان وادی عسفان پر گزرے وہاں کچھ لوگ مجذوم پائے مرکب کو تیز چلا کر وہاں سے تشریف لے گئے اور فرمایا:

ان کان شیئ من الداء یعدی فھو ھذا۔ رواہ ابن النجار عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما والمرفوع منہ عنہ ابن عدی فی الکامل[2] من دون ذکر القصۃ وھو ضعیف۔

اگر کوئی بیماری اُڑ کر لگتی ہے تو وہ یہی ہے۔ (ابن نجار نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے اور ابن عدی کے نزدیک "الکامل" میں واقعہ ذکر کئے بغیر یہ مرفوع ہے اور وہ ضعیف ہے۔ (ت)

نویں حدیث میں ہے ایک جذامی عورت کعبہ معظمہ کا طواف کررہی تھی امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُس سے فرمایا:

یاأمۃ اللہ لاتؤذی الناس لو جلست فی بیتک۔ رواہ مالک والخرائطی[3] فی اعتلال القلوب عن ابن ابی ملیکۃ۔

اے اللہ کی لونڈی! لوگوں کو ایذا نہ دے اچھا ہو کہ تم اپنے گھر میں بیٹھی رہو، پھر وہ گھر سے نہ نکلیں (امام مالک اور الخرائطی نے اعتلال القلوب میں حضرت ابن ابی ملیکہ سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

دسویں حدیث میں ہے:

ان عمر بن الخطاب قال للمعیقیب رضی اللہ تعالٰی عنہما اجلس منی قید رمح وکان بہ ذلک الداء وکان

معیقیب رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اہل بدر (و مہاجرین سابقین اولین رضی اللہ تعالٰی عنہم) سے ہیں انھیں یہ مرض تھا امیرالمومنین عمر فاروق

---

[1] تاریخ بغداد للخطیب ترجمہ عبدالرحمٰن بن العباس ۵۴۳۲ دارالکتاب العربی بیروت ۱۰/۲۹۶
[2] کنز العمال بحوالہ ابن عدی حدیث ۲۸۴۳۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۵۴
[3] کنز العمال بحوالہ مالک والخرائطی فی اعتلال القلوب حدیث ۲۸۵۰۴ " " " ۱۰/۹۶

بدریا۔ رواہ ابن جریر[1] عن الزھری قلت مرسل ولا یصح۔

اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُن سے فرمایا، مجھ سے ایک نیزے کے فاصلے پر بیٹھئے (امام ابن جریر نے زہری سے اسے روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ مرسل ہے اور صحیح نہیں۔ ت)

آئندہ حدیثیں اس کے خلاف ہیں۔

گیارھویں حدیث میں ہے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے صبح کو کچھ لوگوں کی دعوت کی ان میں معیقیب رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی تھے وہ سب کے ساتھ کھانے میں شریک کئے گئے اور امیر المومنین نے اُن سے فرمایا:

خذ مما یلیک ومن شقک فلوکان غیرک ما اکلنی فی صحفۃ ولکان بینی و بینہ قید رمح۔ رواہ ابن سعد[2] وابن جریر عن فقیہ المدینۃ خارجۃ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اپنے قریب سے اپنی طرف سے لیجئے اگر آپ کے سوا کوئی اور اس مرض کا ہوتا تو میرے ساتھ ایک کابی میں نہ کھاتا اور مجھ میں اور اس میں ایک نیزے کا فاصلہ ہوتا (ابن سعد اور ابن جریر نے فقیہ مدینہ خارجہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

بارھویں حدیث میں ہے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دسترخوان پر شام کو کھانا رکھا گیا لوگ حاضر تھے امیر المومنین برآمد ہوئے کہ اُن کے ساتھ کھانا تناول فرمائیں، معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی صحابی مہاجر حبشہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:

ادن فاجلس وایم اللہ لوکان غیرک بہ الذی بک لما جلس منی ادنٰی من قید رمح۔[3] رواہ

قریب آیئے بیٹھئے خدا کی قسم دوسرا ہوتا تو ایک نیزے سے کم فاصلے پر میرے پاس نہ بیٹھتا۔ (ابن سعد اور ابن جریر نے اسے فقیہ مدینہ خارجہ بن

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن جریر حدیث ۲۸۴۹۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۹۴

[2] " " ابن سعد و ابن جریر " ۲۸۵۰۱ " " " ۱۰/ ۹۵

الطبقات الکبرٰی ترجمہ معیقیب بن ابی فاطمہ الدوسی دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۸

[3] " " " " " " " ۴/ ۱۱۸

کنز العمال بحوالہ ابن سعد و ابن جریر حدیث ۲۸۵۰۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۹۶

عنہ ذلک فی الغداء وھذا فی العشاء۔

زید سے صبح کے کھانے کے بارے میں روایت کیا ہے جبکہ یہ حدیث رات کے کھانے کے بارے میں مروی ہے۔ت)

تیرھویں حدیث میں ہے محمود بن لبید انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بعض ساکنان موضع جرش نے بیان کیا کہ عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالٰی عنہما نے حدیث بیان کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "جذامی سے بچو جیسا درندے سے بچتے ہیں وہ ایک نالے میں اُترے تو تم دوسرے میں اترو۔" میں نے کہا واللہ! اگر عبداللہ بن جعفر نے یہ حدیث بیان کی تو غلط نہ کہا جب میں مدینہ طیبہ آیا اُن سے ملا اور اس حدیث کا حال پوچھا کہ اہل جرش آپ سے یوں ناقل ہیں، فرمایا:

کذبوا واللہ ماحدثتھم ھذا ولقد رأیت عمر بن الخطاب یؤتی بالاناء فیہ الماء فیعطیہ معیقیبا فیشرب منہ ثم یتناولہ عمر من یدہ فیضع فمہ موضع فمہ حتی یشرب منہ فعرفت انما یصنع عمر ذٰلک فرارا من ان یدخلہ شئ من العدوی۔ رواہ[1] عن محمود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

واللہ انھوں نے غلط نقل کی میں نے یہ حدیث ان سے نہ بیان کی میں نے تو امیر المومنین عمر کو یہ دیکھا ہے کہ پانی اُن کے پاس لایا جاتا وہ معیقیب رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دیتے معیقیب پی کر اپنے ہاتھ سے امیر المومنین کو دیتے امیر المومنین ان کے منہ رکھنے کی جگہ اپنا منہ رکھ کر پانی پیتے میں سمجھا کہ امیر المومنین یہ اس لئے کرتے ہیں کہ بیماری اُڑ کر لگنے کا خطرہ ان کے دل میں نہ آنے پائے (ابن سعد اور ابن جریر دونوں نے محمود بن لبید انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ت)

ابن سعد کی روایت میں ایک مفید بات زائد ہے کہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا امیر المومنین فاروق اعظم جسے طبیب سنتے معیقیب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے اس سے علاج چاہتے، دو حکیم یمن سے آئے اُن سے بھی فرمایا، وہ بولے جاتا رہے یہ تو ہم سے ہو نہیں سکتا ہاں ایسی دوا کر دیں گے کہ بیماری ٹھہر جائے بڑھنے نہ پائے۔ امیر المومنین نے فرمایا: عافیۃ عظیمۃ ان یقف فلا یزید بڑی تندرستی ہے کہ مرض ٹھہر جائے بڑھنے نہ پائے۔ انھوں نے دو بڑی زنبیلیں بھروا کر اندرائن کے تازہ پھل منگوائے جو

---

[1] الطبقات الکبرٰی ترجمہ معیقیب بن ابی فاطمۃ الدوسی دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۷
کنز العمال بحوالہ ابن سعد وابن جریر حدیث ۲۸۵۰۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۹۴

خربوزے کی شکل اور نہایت تلخ ہوتے ہیں پھر ہر پھل کے دو دو ٹکڑے کئے اور معیقیب رضی اللہ تعالٰی عنہ کو لٹا کر دونوں طبیبوں نے ایک ایک تلوے پر ایک ایک ٹکڑا ملنا شروع کیا جب وہ ختم ہوگیا دوسرا ٹکڑا لیا یہاں تک کہ معیقیب رضی اللہ تعالٰے عنہ کے منہ اور ناک سے سبز رنگ کی کڑوی رطوبت نکلنے لگی، اس وقت چھوڑ کر دونوں حکیموں نے کہا اب یہ بیماری کبھی ترقی نہ کرے گی۔ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالٰے عنہما فرماتے ہیں:

فواللہ ما زال معیقیب متماسکا لا یزید وجعہ حتی مات[1]

واللہ! معیقیب اس کے بعد ہمیشہ ایک ٹھہری حالت میں رہے تادمِ مرگ مرض کی زیادتی نہ ہوئی۔

چودھویں حدیث میں ہے امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دربار میں قوم ثقیف کی سفیر حاضر ہوئے، کھانا حاضر لایا گیا، وہ لوگ نزدیک آئے مگر ایک صاحب کہ اس مرض میں مبتلا تھے الگ ہوگئے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا، قریب آؤ قریب آئے۔ فرمایا: کھانا کھاؤ۔ کھانا کھایا۔ حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰے عنہم فرماتے ہیں:

وجعل ابوبکر یضع یدہ موضع یدہ فیاکل مما یاکل منہ المجذوم۔ رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ وابن جریر عن القاسم۔[2]

صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ نے یہ شروع کیا کہ جہاں سے وہ مجذوم نوالہ لیتے، وہیں سے صدیق نوالہ لے کر نوش فرماتے رضی اللہ تعالٰی عنہ (ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابن جریر نے حضرت قاسم بن محمد سے اسے روایت کیا۔ ت)

غالبًا یہ وہی مریض ہیں جن سے زبانی بیعت پر اکتفا فرمائی گئی تھی۔

پندرھویں حدیث جلیل میں ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخذ بید رجل مجذوم فادخلہا معہ فی القصعۃ ثم قال کل ثقۃ باللہ وتوکلا علی اللہ۔ رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ[3]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ایک جذامی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ پیالے میں رکھا اور فرمایا اللہ پر تکیہ ہے اور اللہ پر بھروسا۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، عبد بن حمید، ابن خزیمہ، ابن ابی عاصم

---

[1] الطبقات الکبرٰی ترجمہ معیقیب بن ابی فاطمہ الدوسی دار صادر بیروت ۴/ ۱۸-۱۱۷

[2] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب العقیقہ حدیث ۴۵۸۰ ادارۃ القرآن کراچی ۸/ ۱۲۹
کنز العمال بحوالہ ابن ابی شیبہ وابن جریر ″ ۲۸۴۹۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۹۴

[3] جامع الترمذی ابواب الاطعمہ باب ماجاء فی الاکل مع المجذوم امین کمپنی دہلی ۲/ ۴

وعبد بن حمید وابن خزیمة و ابن ابی عاصم و ابن السنی فی عمل الیوم واللیلة و ابویعلیٰ و ابن حبان والحاکم فی المستدرک والبیہقی فی السنن والضیاء فی المختارة وابن جریر و الامام الطحاوی کلھم من جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کذا ذکرا الامام الجلیل الجلال السیوطی فی اول قسمی جامعہ الکبیر و زدت انا ابن جریر والطحاوی **قلت** وبہ علم ان قصر المشکوٰة علی ابن ماجة لیس فی موضعہ ثم الحدیث سکت علیہ وصححہ ابن خزیمة وابن حبان والحاکم والضیاء و قال المناوی فی التیسیر باسناد حسن وصححہ ابن حبان والحاکم وقال ابن حجر فیہ نظر[1] اھ، **اقول** لکن فیہ مفضل بن فضالة البصری بالباء اخو مبارک قال فی التقریب ضعیف[2] و قال الترمذی ھذا حدیث غریب لا نعرفہ الا من حدیث یونس بن محمد عن المفضل بن فضالة و المفضل بن فضالة ھذا شیخ بصری والمفضل بن فضالة شیخ آخر مصری اوثق من ھذا واشھر

اور ابن السنی نے عمل اللیل والیوم میں، ابویعلیٰ، ابن حبان اور حاکم نے المستدرک میں، امام بیہقی نے السنن میں، ضیاء نے المختارہ میں ابن جریر اور امام طحاوی ان سب نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسے روایت کیا ہے چنانچہ جلیل القدر امام جلال الدین سیوطی نے اپنی جامع کبیر کی پہلی قسم میں اسے ذکر فرمایا اور ابن جریر اور امام طحاوی کا میں نے اضافہ کیا ہے **قلت** (میں کہتا ہوں کہ) اس سے معلوم ہوا کہ صاحب مشکوٰة کا صرف ابن ماجہ پر اکتفاء کرنا بے محل ہے پھر حدیث مذکور پر سکوت کیا گیا لیکن ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور ضیاء نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ مناوی نے التیسیر میں اسناد حسن اور ابن حبان اور حاکم کی تصحیح کا قول ذکر کیا ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس پر اعتراض ہے اھ، **اقول** (میں کہتا ہوں) لیکن اس میں مفضل بن فضالہ البصری (حرف باء کے ساتھ) مبارک کا بھائی ہے چنانچہ التقریب میں کہا ہے کہ وہ ضعیف ہے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے ہم اس کو صرف یونس بن محمد بواسطہ مفضل بن فضالہ پہچانتے ہیں اور یہ مفضل بن فضالہ شیخ بصری ہے، جبکہ اسی نام کا ایک دوسرا مفضل بن فضالہ شیخ مصری ہے جو اس پہلے سے زیادہ ثقہ اور زیادہ مشہور ہے۔

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث کل معی بسم اللہ ثقة باللہ مکتبہ امام شافعی الریاض ۲/۲۲۰

[2] تقریب التہذیب لابن حجر عسقلانی ترجمہ ۶۸۸۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۲۰۹

15

وروی شعبۃ ھذا الحدیث عن حبیب بن الشھید عن ابن بریدۃ قال ان عمر اخذ بید مجذوم[1] وحدیث شعبۃ اشبہ عندی واصح[2] اھ واخرج ابن عدی[3] فی الکامل ھذا الحدیث للمفضل المذکور وقال لم ار فی حدیثہ انکر من الحدیث قال ورواہ شعبۃ عن حبیب عن ابن بریدۃ ان عمر اخذ بید مجذوم الحدیث[3] اھ ولم یذکر الذھبی فی المیزان فی المفضل ھذا جرحا مفسرا بل ولا غیر مفسر مما یبلغ درجۃ التضعیف البتۃ انما نقل عن یحیی انہ قال لیس ھو بذاك وعن الترمذی[5] ما قدمنا ان المصری اوثق منہ وعن النسائی[6] انہ قال لیس بالقوی اقول ولایخفی علیك البون البین بین لیس بالقوی ولیس بقوی وقد روی عنہ ذالك المؤدب الثقۃ الثبت

محدث شعبہ نے اس حدیث کو حبیب بن شہید بواسطہ ابن بریدہ روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک جذامی کا ہاتھ پکڑا، میرے نزدیک محدث شعبہ کی روایت زیادہ ثابت اور زیادہ صحیح ہے اھ محدث ابن عدی نے الکامل میں اس حدیث کو مفضل مذکور کے حوالہ سے اس کی تخریج کی اور کہا ہے کہ میں نے اس سے زیادہ منکر کوئی حدیث نہیں دیکھی، پھر اس نے کہا شعبہ نے حبیب سے بواسطہ ابن بریدہ اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے ایک جذامی کا ہاتھ پکڑا (الحدیث) اھ، علامہ ذہبی نے المیزان میں اس مفضل کے بارے میں کوئی مفصل یا غیر مفصل جرح ذکر نہیں کی بلاشبہہ جو درجہ تضعیف تک پہنچتی ہے اور یحیٰی سے نقل کیا گیا کہ اس نے کہا کہ یہ اس درجہ کی حدیث نہیں، امام ترمذی کے حوالے سے ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ شیخ مصری شیخ بصری سے زیادہ ثقہ (مستند و معتبر) ہے۔ امام نسائی سے مروی ہے کہ وہ قوی نہیں۔ **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) تم پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ لیس بالقوی اور لیس بقوی دونوں میں واضح اور کھلا فرق ہے بلاشبہہ اس مؤدب ثقہ ثبت نے اس سے روایت

---

[1] جامع الترمذی کتاب الاطعمہ باب ما جاء فی الاکل مع المجذوم امین کمپنی دہلی ۲/۴

[2]

[3] الکامل لابن عدی ترجمہ مفضل بن فضالہ مصری دار الفکر بیروت ۶/۲۴۰۴

[3] تا [6] میزان الاعتدال للذہبی " " " ۸۷۳۲ دار المعرفۃ بیروت ۴/۱۶۹

وعبد الرحمن بن مهدی ذاك
الجبل الشامخ الامام الحافظ قال البخاری
فی علی بن عبد الله المعروف بابن المدینی
ما استصغرت نفسی الاعنده و قال
ابن المدینی فی عبد الرحمن هذا
ما رأیت اعلم منه وکذلك موسی بن
اسمٰعیل ذاك الثقة الثبت وجماعة
لاجرم حسنه الحافظ واطلاق الصحیح
علی الحسن غیر مستنکر وقد صححه
امام الائمة ابن خزیمة ومن تبعه و قد
وجدت له متابعا فان الامام الاجل
ابا جعفر الطحاوی اخرجه اولا بالطریق
المذکور فقال حدثنا فهد (یعنی ابن سلیمان
بن یحیی) ثنا ابو بکر بن ابی شیبة
ثنا یونس بن محمد الحدیث
ثم قال حدثنا ابن مرزوق ثنا
محمد بن عبد الله الانصاری ثنا
اسمٰعیل بن مسلم عن ابی الزبیر عن
جابر عن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه
وسلم مثله[1] اھ قلت و به
یعلم ما فی کلام الامام
الترمذی و الله تعالیٰ
اعلم ثم اعلم انه

کی ہے۔ عبد الرحمٰن ابن مہدی جو فن حدیث میں کوہ گراں
ہے امام اور حافظ ہے امام بخاری نے علی بن عبد اللہ
جو ابن المدینی کے نام سے مشہور ہے کے متعلق فرمایا
کہ میں نے صرف اس کے سامنے اپنے آپ
کو چھوٹا سمجھا۔ چنانچہ ابن المدینی نے عبد الرحمٰن کے
بارے میں فرمایا میں نے اس سے بڑا عالم کوئی نہیں
دیکھا۔ اور اسی طرح موسیٰ بن اسمٰعیل ثقہ ثبت ہے۔
اور ایک جماعت بلاشبہ حافظ نے اسکی تحسین فرمائی۔
اور حسن پر صحیح کا اطلاق غیر معروف نہیں۔ امام الائمہ
ابن خزیمہ اور ان کے ہمنوا ائمہ نے اس کی تصحیح فرمائی اور
بلاشبہ میں نے اس کا متابع پایا ہے کیونکہ جلیل الشان
امام ابو جعفر طحاوی نے اولاً طریق مذکور سے اس کی
تخریج فرمائی چنانچہ فرمایا ہم سے فہد یعنی ابن سلیمان
بن یحیی نے بیان کیا، اس نے کہا ہم سے ابوبکر بن
ابی شیبہ نے بیان کیا اس نے کہا ہم سے یونس بن محمد
نے بیان کیا، الحدیث۔ پھر فرمایا ہم سے ابن مرزوق
نے بیان کیا اس سے محمد بن عبد اللہ انصاری نے
اس سے اسمٰعیل بن مسلم نے بیان کیا اس نے ابوالزبیر
سے اس نے جابر سے، انھوں نے رسول اللہ
صلے اللہ تعالے علیہ وسلم سے اسی حدیث مذکور کی
مثل روایت فرمائی اھ قلت (میں کہتا ہوں کہ)
اس سے امام ترمذی کے کلام کا حال معلوم کیا جاسکتا
ہے اور درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ اچھی طرح

---

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراہیۃ باب الاجتناب من ذی داء الطاعون وغیرہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۱۷

وقع فی الجامع الصغیر لهذا الحدیث رمز حب، ک **اقول** ولم اره فی المجتبٰی بل لیس فیه لان مداره علی ما ذکر الترمذی علی المفضل کما علمت و المفضل هذا لیس من رواة النسائی اصلا وقد سقط الحدیث من نسخة سیدی علی المتقی قدس سره ولذا اورده من القسم الاول للجامع الکبیر وقد رمز له فیه د، ت، ہ الخ وهو الصحیح الا ان یکون النسائی رواه فی الکبرٰی فبالنظر الیه یقال ع و هو بعید ثم الواقع فی المشکٰوة[1] معزیا لابن ماجة ما ذکرنا اعنی کل ثقة بالله وفی جامع الترمذی ثم قال کل بسم الله ثقة بالله و توکلا علیه[2]، قال العلامة علی القاری اما ترك المؤلف البسملة مع وجودها فی الاصول فاما محمولة علی روایة منفردة غریبة لابن ماجة اوعلی غفلة من صاحب المشکٰوة

جاتا ہے، پھر جان لیجئے کہ جامع صغیر میں اس حدیث کے لئے یہ رمز (حب، ک) ہے **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) میں نے اس کو مجتبٰی میں نہیں دیکھا بلکہ اس میں موجود ہی نہیں اس لئے کہ حدیث مذکور کا مدار جیسا کہ امام ترمذی نے ذکر کیا مفضل پر ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں اور یہ مفضل بالکل رواۃ نسائی میں سے نہیں۔ میرے آقا علی متقی قدس سرہ کے نسخہ سے حدیث مذکور ساقط ہوگئی ہے اس لئے امام سیوطی جامع کبیر کی پہلی قسم میں اسے لائے ہیں اور اس کے لئے یہ رمز (د، ت، ہ) پیش فرمائی الخ۔ اور وہ صحیح ہے ہاں البتہ امام نسائی نے الکبرٰی میں اسے روایت فرمایا تو پھر اسکے پیش نظر (ع) کہا جائے گا لیکن وہ بعید ہے پھر مشکوٰۃ میں ابن ماجہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے وہی الفاظ واقع ہوئے جو ہم نے ذکر کئے ہیں، میری مراد "کل ثقة بالله" کے الفاظ سے ہے۔ اور جامع ترمذی کے الفاظ یہ ہیں، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کل بسم الله ثقة بالله توکلا علیه (اللہ کا نام لے کر کھائیں اللہ تعالٰی پر اعتماد و بھروسا کرتے ہوئے)۔ علامہ علی قاری نے فرمایا مصنف علیہ الرحمۃ کا بسم اللہ چھوڑ دینا باوجودیکہ وہ اصول میں مذکور ہے یا تو اس لئے ہے کہ یہ ابن ماجہ

[1] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطب باب الفال والطیرۃ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۹۲

[2] جامع الترمذی ابواب الاطعمہ باب ماجاء فی الاکل مع المجذوم امین کمپنی دہلی ۲/ ۴

او المصابیح[1] اھ اقول سبحٰن اللّٰہ ھو انما نقلہ عن ابن ماجۃ فلوزاد البسملۃ نسب الی الفضلۃ ثم لم یتفرد ابن ماجۃ بترك البسملۃ بل ھو کذٰلك عند ابی داؤد ایضا رواہ عن عثمٰن بن ابی شیبۃ عن یونس بن محمد وابن ماجۃ عن ابی بکر بن ابی شیبۃ ومجاھد ابن موسٰی ومحمد بن خلف العسقلانی کلھم عن یونس بترك البسملۃ والترمذی عن احمد بن سعید الاشقر وابراھیم بن یعقوب کلاھما عن یونس مع البسملۃ فافھم۔

کی منفرد غریب روایت پر محمول ہے یا صاحبِ مشکوٰۃ یا صاحبِ مصابیح کی غفلت کا نتیجہ ہے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی (عیوب ونقائص سے پاک ہے (یعنی بڑا تعجب ہے) اس لئے کہ صاحبِ مشکوٰۃ نے اسے ابن ماجہ سے نقل فرمایا ہے اگر بسم اللہ شریف کا اضافہ کرتے تو زیادتی کی طرف منسوب ہوتے اور ترکِ بسم اللہ کے معاملہ میں ابن ماجہ ہی منفرد نہیں بلکہ ابوداؤد کے نسخہ میں بھی یونہی بسم اللہ متروک ہے چنانچہ امام ابوداؤد نے عثمان ابن ابی شیبہ سے بواسطہ یونس بن محمد اس کو روایت کیا ہے اور ابن ماجہ نے ابوبکر بن ابی شیبہ، مجاہد بن موسٰی اور محمد بن خلف عسقلانی کے حوالہ سے اسے روایت کیا ہے، سب نے بواسطہ یونس بسم اللہ کے بغیر روایت کی اور امام ترمذی نے بواسطہ احمد بن سعید اشقر اور ابراہیم بن یعقوب بحوالہ یونس "بسم اللہ" سمیت اس کو روایت کیا ہے۔ اس مقام کو سمجھ لیجئے۔ (ت)

سولھویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کل مع صاحب البلاء تواضعا لربك وایمانا۔ رواہ الامام الاجل الطحاوی[2] عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ **قلت** ھکذا اوردہ فی الجامع کل باللام والذی رایتہ الامام الطحاوی کن بالنون، واللہ تعالٰی اعلم۔

بلاء والے کے ساتھ کھانا کھا اپنے رب کیلئے تواضع اور اس پر سچے یقین کی راہ سے۔ (جلیل القدر امام طحاوی نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں اسی طرح الجامع میں لفظ کل (حرف لام کے ساتھ) ہے لیکن میں نے امام طحاوی کے نسخہ میں کن (حرف نون کے ساتھ) دیکھا ہے۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بہتر جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] مرقات المفاتیح کتاب الطب والرقی الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۵۱

[2] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب الاجتناب من ذی داء الطاعون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۱۷

سترہویں حدیث میں ہے کہ ایک بی بی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے پوچھا، کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مجذوموں کے حق میں فرماتے:

فروامنھم کفرارکم من الاسد۔ ان سے ایسا بھاگو جیسا شیر سے بھاگتے ہو۔

ام المومنین (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا:

کلاولکنہ لاعدوی فمن عادی الاول۔ ہرگز نہیں، بلکہ یہ فرماتے تھے کہ بیماری اُڑ کر نہیں لگتی جسے پہلے ہُوئی اُسے کس کی اُڑ کر لگی۔

رواہ ابن جریر[1] عن نافع بن القاسم عن جدتہ فطیمۃ۔ (ابن جریر نے حضرت نافع بن قاسم سے بحوالہ اس کی دادی فطیمہ کے اسے روایت کیا ہے۔ت)

اقول (میں کہتا ہُوں۔ت) ام المومنین کا یہ انکار اپنے علم کی بناء پر ہے یعنی میرے سامنے ایسا نہ فرمایا بلکہ یُوں فرمایا اور ہے یہ کہ دونوں ارشاد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بصحت کافیہ ثابت ہیں۔

اٹھارہویں سے تیس تک حدیث جلیل عظیم صحیح مشہور بلکہ متواتر جس سے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے استدلال کیا کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لاعدوی۔ رواہ الائمۃ احمد[2] والشیخان وابوداؤد وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ[ع]۔ بیماری اُڑ کر نہیں لگتی (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، بخاری ومسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ اسکو حضرت ابوہریرہ

[ع] رواہ عنہ بطریق کثیرۃ شتی ھم والامام الطحاوی والدارقطنی فی المتفق والخطیب والبیھقی وابن جریر وأخرون وان نسیہ ابوھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ من بعد کما رواہ البخاری والطحاوی وابن جریر وغیرھم ۱۲ منہ۔

متعدد ومختلف طریقوں کیساتھ حضرت ابوہریرہ سے حدیث مذکور کو ان ائمہ مذکورین امام طحاوی اور امام دارقطنی نے متفق ہیں، خطیب، بیہقی، ابن جریر اور کچھ دوسروں نے اسے روایت کیا ہے اگرچہ بعد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اسے بھُول گئے تھے جیسا کہ بخاری، طحاوی اور ابن جریر وغیرہ نے اسے روایت کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن جریر حدیث ۲۸۵۰۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۹۷

[2] صحیح البخاری کتاب الطب باب الجذام ۲/ ۸۵۹ و صحیح مسلم کتاب السلام باب لاعدوٰی ۲/ ۲۳۰
سنن ابی داود کتاب الکھانۃ والتطیر ۲/ ۱۹۰ و مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ ۲/ ۲۶۷ و ۳۲۷

واحمد والستة الا النسائی[۱] عن انس واحمد والشیخان وابن ماجة والطحاوی[۲] عن ابن عمر واحمد ومسلم والطحاوی عن السائب[۳] بن یزید وھم وابن جریر جمیعا عن جابر[۴] واحمد والترمذی والطحاوی[۵] عن ابن مسعود واحمد وابن ماجة والطحاوی والطبرانی وابن جریر عن ابن[۶] عباس والثلثة الاخیرة عن

رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا نیز امام احمد اور دیگر چھ[۶] ائمہ نے سوائے امام نسائی کے سب نے اس کو روایت کیا ہے اور ان پانچ ائمہ نے حضرت انس سے روایت کی ہے۔ امام احمد، بخاری، مسلم، ابن ماجہ اور امام طحاوی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت فرمائی نیز امام احمد، مسلم اور طحاوی نے حضرت سائب بن یزید سے روایت کی۔ ابن جریر اور ان سب نے حضرت جابر سے روایت کی۔ امام احمد، ترمذی اور طحاوی نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی۔ امام احمد، ابن ماجہ، طحاوی، طبرانی

۱؎ صحیح البخاری کتاب الطب باب لاعدوٰی ۲/ ۸۵۹ و صحیح مسلم باب الطیرۃ والفال ۲/ ۲۳۱
سنن ابی داؤد کتاب الکھانۃ والتطیر ۲/ ۱۹۰ و سنن ابن ماجہ ابواب الطب ص ۲۶۱
مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ۳/ ۱۳۰ و ۱۵۴

۲؎ صحیح البخاری کتاب الطب ۲/ ۸۵۹ و کنز العمال بحوالہ حم وابن ماجہ ۱۰/ ۱۱۸
سنن ابن ماجہ ابواب الطب ص ۲۶۱

۳؎ صحیح مسلم کتاب السلام باب لاعدوٰی ۲/ ۲۳۰ و مسند احمد بن حنبل عن السائب بن یزید ۳/ ۴۵۰
شرح معانی الآثار ۲/ ۴۱۶

۴؎ صحیح مسلم کتاب السلام باب لاعدوٰی ۲/ ۲۳۱ و مسند احمد بن حنبل عن جابر ۳/ ۲۹۳
شرح معانی الآثار ۲/ ۴۱۷

۵؎ جامع الترمذی ابواب القدر ۲/ ۳۷ و مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود ۱/ ۴۴۰
شرح معانی الآثار ۲/ ۴۱۶

۶؎ مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس ۱/ ۲۶۹ و سنن ابن ماجہ ابواب الطب ص ۲۶۱
شرح معانی الآثار ۲/ ۴۱۶

ابی امامۃ[1] وابن خزیمۃ والطحاوی وابن حبان وابن جریر عن سعد[2] بن ابی وقاص والامام الطحاوی[3] عن ابی سعید الخدری والشیرازی فی الالقاب والطبرانی فی الکبیر والحاکم وابونعیم فی الحلیۃ عن عمیر[4] بن سعد الانصاری والطبرانی وابن عساکر عن عبد الرحمٰن[5] بن ابی عمیرۃ المزنی و ابن جریر عن ام المؤمنین[6] و ایضا صححہ والقاضی محمد ابن عبد الباقی الانصاری فی جزئہ الحدیثی عن امیرالمؤمنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم بلفظ لایعدی سقیم صحیحا[7] الخصناہ عن الجامع الکبیر مع جمع وزیادات۔

اور ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور آخری تین ائمہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی نیز ابن خزیمہ، طحاوی، ابن حبان اور ابن جریر نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ اور امام طحاوی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، نیز شیرازی نے القاب میں طبرانی نے الکبیر میں حاکم اور ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ طبرانی اور ابن عساکر نے حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی عمیرہ مزنی سے روایت کی ابن جریر نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کرکے اس کی تصحیح فرمائی اور قاضی محمد ابن عبدالباقی انصاری نے اپنے جزء الحدیثی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان الفاظ سے روایت فرمائی کسی بیمار سے بیماری اُڑ کر کسی تندرست کو نہیں لگتی، یہ ہم نے جامع کبیر سے جمع اور اضافوں کے ساتھ اس کا ملخص پیش کیا ہے۔ (ت)

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ ۲/ ۴۱۷ و المعجم الکبیر حدیث ۷۷۶۱، ۷۷۹۲ ۸/ ۲۱۶

[2] الجامع الکبیر بحوالہ ابن خزیمہ والطحاوی و ابن حبان عن سعد بن ابی وقاص ۲۶۱۸۴ بیروت ۸/ ۲۹۹

[3] الجامع الکبیر بحوالہ ابن جریر والطحاوی والشیرازی فی الالقاب عن ابی سعد ۲۶۱۸۵ " "

[4] الجامع الکبیر بحوالہ الشیرازی فی الالقاب (طب، حل، ک) عن عمیر بن سعد ۲۶۱۸۶ " "

[5] کنزالعمال بحوالہ کر عن عبدالرحمٰن حدیث ۲۸۶۰۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۲۰

[6]

[7] کنزالعمال بحوالہ ابن جریر عن علی حدیث ۲۸۶۳۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۲۶

سنن ابی داود کتاب الکہانۃ ۲/ ۱۹۰ و شرح معانی الآثار ۲/ ۴۱۶

اسی حدیث کے متعدد طرق میں وہ جواب قاطع ہر شک وارتیاب ارشاد ہُوا جسے ام المومنین نے اپنے استدلال میں روایت فرمایا صحیحین وسنن ابی داؤد وشرح معانی الآثار امام طحاوی وغیرہا میں حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ بیماری اُڑ کر نہیں لگتی، ایک بادیہ نشین نے عرض کی: یارسول اللہ! پھر اونٹوں کا یہ کیا حال ہے کہ وہ ریتی میں ہوتے ہیں جیسے ہرن یعنی صاف شفاف بدن ایک اُونٹ خارش والا آکر ان میں داخل ہوتا ہے جس سے خارش ہوجاتی ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: فمن اعدی الاول[1] اس پہلے کو کس کی اُڑ کر لگی، احمد ومسلم وابوداؤد، وابن ماجہ کے یہاں حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے ارشاد فرمایا: ذٰلکم القدر فمن اجرب الاول[2] یہ تقدیری باتیں ہیں بھلا پہلے کو کس نے کھجلی لگادی۔ یہی ارشاد احادیث مذکورہ عبداللہ بن مسعود وعبداللہ بن عباس وابوامامہ وعمیر بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہم میں مروی ہوا، حدیث اخیر میں اس توضیح کے ساتھ ہے کہ فرمایا:

الم تروا الی البعیر یکون فی الصحراء فیصبح وفی کرکرتہ اوفی مراق بطنہ نکتۃ من جرب لم تکن قبل ذٰلک فمن اعدی الاول[3]

کیا دیکھتے نہیں کہ اونٹ جنگل میں ہوتا ہے یعنی الگ تھلگ کہ اس کے پاس کوئی بیمار اونٹ نہیں صبح کو دیکھو تو اس کے بیچ سینے یا پیٹ کے نرم جگہ میں کھجلی کا دانہ موجود ہے بھلا اس پہلے کو کس کی اُڑ کر لگ گئی۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) حاصلِ ارشاد یہ ہے کہ قطع تسلسل کے لئے ابتداءً بغیر دوسرے سے منتقل ہُوئے خود اس میں بیماری پیدا ہونے کا ماننا لازم ہے تو حجتِ قاطعہ سے ثابت ہُوا کہ بیماری خودبخود بھی حادث ہوجاتی ہے اور جب یہ مسلّم ہے تو دوسرے میں انتقال کے سبب پیدا ہونا محض وہم علیل وادعائے بے دلیل رہا جب ایک میں خود پیدا ہوسکتی ہے تو یونہی ہزار میں۔

فلا یوسوسن العدو الرجیم فی قلب مریض

مردود دشمن (شیطان) کہیں مریض کے دل میں

---

[1] صحیح البخاری باب لاعدوٰی ۲/ ۸۵۹ و صحیح مسلم باب لاعدوٰی ۲/ ۲۳۰
سنن ابی داؤد کتاب الکہانۃ ۲/ ۱۹۰ و شرح معانی الآثار ۲/ ۴۱۶

[2] کنز العمال بحوالہ حم و ابن ماجہ حدیث ۲۸۵۹۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۱۸
سنن ابن ماجہ ابواب الطب ص ۲۶۱

[3] کنز العمال بحوالہ طب، حل، ک عن عمیر بن سعد حدیث ۲۸۶۱۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۲۱

ان القائلین بالاعداء لا یحصرون المرض فیہ حتی یلزمھم اعداء الاول فافھم وتثبت۔

یہ وسوسہ نہ ڈال دے کہ تجاوزِ مرض کے قائل مرض کو اس تعدیہ میں بند تو نہیں کرتے کہ ان پر یہ الزام ہو کہ پہلے مریض کو مرض کیسے لگ گیا، پس سمجھ لیجئے اور ثابت رہیے۔ (ت)

اکتیسویں حدیث کہ امام احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسی قدر روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یوردن ممرض علی مصح[1]

ہرگز بیمار جانور تندرست جانوروں کے پاس پانی پلانے کو نہ لائے جائیں۔

بیہقی نے سُنن میں یُوں مطولاً تخریج کی کہ ارشاد فرمایا:

لاعدوی ولا یحل الممرض علی المصح ولیحل المصح حیث شاء فقیل یارسول اللہ ولم ذلک قال لانہ اذی[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

بیماری اڑکر نہیں لگتی اور تندرست جانوروں کے پاس بیمار جانور نہ لائیں اور تندرست جانور والا جہاں چاہے لے جائے، عرض کی گئی یہ کس لئے؟ فرمایا: اس لئے کہ اس میں اذیت ہے یعنی لوگ بُرا مانیں گے انھیں ایذا ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم

قلت وقد رواہ مالک فی مؤطاہ انہ بلغہ عن بکیر بن عبداللہ بن الاشج عن ابن عطیۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

قلت (میں کہتا ہُوں) امام مالک نے اپنی مؤطا میں اسے یوں روایت کیا کہ حدیث مذکور انھیں بکیر بن عبداللہ بن اشج سے بواسطہ ابن عطیہ اس طرح پہنچی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

---

[1] صحیح مسلم کتاب السلام باب لاعدوی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۰
سنن ابی داؤد کتاب الکہانۃ باب فی الطیرۃ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۹۰
سنن ابن ماجہ ابواب الطب باب الجذام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۱
صحیح البخاری کتاب الطب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۵۹
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ دارالفکر بیروت ۲/ ۴۰۶ و ۴۳۴

[2] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب النکاح باب لایورد ممرض علی مصح دار صادر بیروت ۷/ ۲۱۷

قال لاعدوی ولاھام ولاصفر و لا یحل الممرض علی المصح ولیحلل المصح حیث شاء فقالوا یارسول اللہ وما ذاك فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ اذی[1] ھکذا رواہ یحیی مرسلا وتابعہ جماعۃ من رواۃ المؤطا وخالفھم القعنبی وعبداللہ بن یوسف وابومصعب ویحیی بن بکیر فجعلوہ عن ابی عطیۃ عن ابی ھریرۃ موصولا غیران ابن بکیر قال عن ابی عطیۃ ولاخلف فھو عبداللہ بن عطیۃ الاشجعی ویکنی اباعطیۃ ووھم بعض رواۃ المؤطا فی جعلہ عن ابی عطیۃ عن ابی بردۃ وانما ھو عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما افادہ الزرقانی[2]

ارشاد فرمایا: کسی مرض میں تعدیہ نہیں (کہ مرض اُڑ کر دوسرے تندرست آدمی کو لگ جائے) اور اُلو وغیرہ میں نحوست نہیں، ماہِ صفر کی آمد میں نحوست نہیں۔ بیمار جانور کو تندرست جانور کے پاس نہ لائیں بلکہ تندرست جانور کو جہاں چاہیں لے جائیں۔ لوگوں نے عرض کیا یہ کیوں یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس میں اذیت ہے یعنی لوگوں کو ایذا ہوگی۔ یحیٰی نے بطور ارسال (ذکرِ سند کے بغیر) اس کو روایت کیا اور مؤطا کے راویوں کی جماعت نے اس کی متابعت کی۔ قعنبی، عبداللہ بن یوسف، ابومصعب اور یحیٰی بن بکیر نے ان کی مخالفت کی۔ لہٰذا بواسطہ ابن عطیہ حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے اسے موصول قرار دیا مگر یہ کہ ابن بکیر نے ابن عطیہ سے کہا اور اس میں کوئی خلاف نہیں اس لئے کہ وہ عبداللہ بن عطیہ اشجعی ہے البتہ اس کی کنیت ابوعطیہ ہے بعض رواۃ مؤطا کو یہ وہم ہوا کہ انھوں نے اس حدیث کو عن ابی عطیہ عن ابی بردہ کی سند سے ذکر کیا حالانکہ یہ حضرت ابوہریرہ کی سند سے مروی ہے (اللہ تعالٰی ان دونوں سے راضی ہو) علامہ زرقانی نے اس کا افادہ کیا۔ (ت)

یہ حدیث دونوں مضمون کی جامع ہے۔

بتیسویں حدیث صحیح جلیل کہ ایسا ہی رنگ جامعیت رکھتی ہے صحیح بخاری شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاعدوی وفرمن المجذوم کما تفرمن الاسد[3]، اوردہ الامام الجلیل الجلال السیوطی

بیماری اُڑ کر نہیں لگتی اور جذامی سے بھاگ جیسا شیر سے بھاگتا ہے۔ جلیل القدر امام جلال الدین سیوطی

---

[1] مؤطا امام مالک کتاب الجامع باب عیادۃ المریض والطیرۃ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۷۲۱

[2] شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک 〃 〃 〃 دار المعرفۃ بیروت ۴/۳۳۳

[3] صحیح البخاری کتاب الطب باب الجذام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۵۰

فی جامعه الکبیر بهذا اللفظ عازیا لابن
جریر عن ابی قلابة[1] وفی قسمه الاول
بلفظ لاعدوی ولاطیرة ولاهامة
ولاصفر واتقوا المجذوم
کما تتقوا الاسود عازیا[2] لسنن
البیهقی عن ابی هریرة، و
اورده فی اول الجامع ایضا بلفظ
لاعدوی ولاطیرة ولاهامة
ولاصفر وفر من المجذوم
کما تفر من الاسد عازیا
لاحمد والبخاری[3] عن ابی هریرة،
وهو کذلک فی الجامع الصحیح
وبه ظهر ماقدمنا ان العزو
یتبع اللفظ فبالنظر الی حدیث
ابی قلابة عددناه بحیاله ولذا
اوردناه بلفظه وهو
بعینه لفظ البخاری وان
اشتمل علی زیادات لاتوقف
لهذا المعنی علیها **اقول**
وابوقلابة هذا هو
عبدالله بن زید الجرمی

اپنی جامع کبیر میں ابوقلابہ کے حوالہ سے امام ابن جریر
کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس لفظ سے
لائے ہیں اور اس کی پہلی قسم میں ان الفاظ سے لائے
ہیں "لاعدوی" یعنی کوئی مرض اڑکر نہیں لگتا،
"ولاھامۃ" "نہ اُلّو میں نحوست ہے"، "ولاصفر"
نہ ماہ صفر کی آمد میں کوئی نحوست ہے۔ جذامی سے
اس طرح بچو جس طرح شیروں سے بچتے ہو (یعنی
بھاگتے ہو) بواسطہ ابوھریرہ سنن بیہقی کی طرف
نسبت کرتے ہوئے۔ نیز جامع کی ابتداء میں
امام سیوطی ان الفاظ سے لائے ہیں کسی مرض میں
تجاوز نہیں نہ اُلّو میں نحوست ہے نہ ماہ صفر میں،
جذامی سے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔
مسند احمد اور بخاری کی طرف نسبت کرتے ہوئے
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے۔
اور وہ جامع صحیح میں اسی طرح ہے۔ اس سے ظاہر
ہوگیا کہ جو کچھ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ نسبت
کرنی لفظ کے تابع ہوتی ہے پھر ابوقلابہ کی حدیث
کے پیش نظر ہم نے اس کے مقابل سے اس کا شمار
کیا ہے اس لئے ہم اسے اسی لفظ سے لائے
ہیں اور وہ بعینہ بخاری کے الفاظ ہیں اگرچہ وہ
کچھ اضافوں پر شامل ہے پس اس معنی کا ان پر

---

[1] جامع الاحادیث للسیوطی مسند ابی قلابہ حدیث ۱۰۱۴۶ دارالفکر بیروت ۱۷/۳۱۴
[2] " " " " حدیث ۲۶۱۹۱ " " " ۸/۳۰۰
[3] " " " " " ۲۶۱۶۸ " " " ۸/۲۹۷

من ثقات التابعین وعلمائھم کثیرالارسال وکان الاولی ان ینبه علیه ثم ان العلامة الشمس السخاوی قال فی حدیث اتقوا ذوی العاھات المعنی فرمن المجذوم فرارك من الاسد کما ورد فی بعض الفاظ الحدیث وھومتفق علیه عن ابی ھریرة مرفوعا بمعناه[1] اھ ورأیتنی کتبت علیه ما نصه **اقول** لم ارہ لمسلم انما فیه قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لمجذوم انا قد بایعناك فارجع[2] نعم ھو فی حدیث البخاری بلفظ فر من المجذوم کما تفر من الاسد[3] والیه وحدہ عزاہ فی المشکوٰۃ[4] وکذا الامام النووی فی شرح مسلم تحت حدیثه المذکور[5] وکذا الامام السیوطی فی اول جامعه الکبیر[6]، فاللہ تعالٰی اعلم۔

توقف نہیں (یہ معنی ان پر موقوف نہیں) **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) یہ ابوقلابہ عبداللہ ابن زید جرمی ہے جو ثقات تابعین اور ان کے علماء میں سے ہے یہ کثیر الارسال ہے، بہتر تو یہ تھا کہ وہ اس پر آگاہ (تنبیہ) کرتا۔ علامہ شمس الدین سخاوی نے فرمایا کہ حدیث اتقوا ذوی العاھات کا معنی فرمن المجذوم فرارك من الاسد (یعنی جذامی آدمی سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو) جیسا کہ حدیث کے بعض الفاظ میں وارد ہوا ہے اور وہ بواسطہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ متفق علیہ مرفوع بالمعنی روایت ہے اھ مجھے یاد ہے میں نے اسی پر حاشیہ لکھا ہے عبارت یہ ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) میں نے اسے صحیح مسلم میں نہیں دیکھا، اس میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جذامی شخص کے بارے میں صرف یہی ارشاد مذکور ہے کہ ہم نے تمہیں (زبانی) بیعت کرلیا لہذا واپس چلے جاؤ، ہاں البتہ بخاری شریف کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں "جذامی شخص سے اس طرح بھاگ جس طرح تو

---

[1] المقاصد الحسنۃ حرف الھمزہ حدیث ۲۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۱۸

[2] صحیح مسلم کتاب السلام باب اجتناب المجذوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۳

[3] صحیح البخاری کتاب الطب باب الجذام " " " ۲/۸۵۰

[4] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ مجتبائی دہلی بھارت ص ۳۹۱

[5] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب السلام باب اجتناب المجذوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۳

[6] جامع الاحادیث للسیوطی حدیث ۲۶۱۶۸ دارالفکر بیروت ۸/۲۹۷

شیے بھاگتا ہے" صرف اکیلے بخاری ہی کی طرف مشکوۃ میں اس کی نسبت کی گئی ہے۔ اسی طرح امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کے ذیل میں لکھا ہے اور اسی طرح اپنی جامع کبیر میں ابتداءً امام سیوطی نے فرمایا۔ درحقیقت اللہ تعالٰی ہی سب کچھ جانتا ہے۔ (ت)

اب بتوفیق اللہ تعالٰی تحقیق حکم سُنئے **اقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) احادیث قسم ثانی تو اپنے افادہ میں صاف صریح ہیں کہ بیماری اُڑ کر نہیں لگتی، کوئی مرض ایک سے دوسرے کی طرف سرایت نہیں کرتا، کوئی تندرست بیمار کے قریب واختلاط سے بیمار نہیں ہوجاتا، جسے پہلے شروع ہوئی اُسے کس کی اُڑ کر لگی۔ ان متواتر روشن وظاہر ارشاداتِ عالیہ کو سُن کر یہ خیال کسی طرح گنجائش نہیں پاتا کہ واقع میں تو بیماری اُڑ کر لگتی ہے مگر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کا وسوسہ اٹھانے کے لئے مطلقًا اس کی نفی فرمائی ہے، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واجلّہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی عملی کارروائی مجذوموں کو اپنے ساتھ کھلانا، ان کا جھوٹا پانی پینا، اُن کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے پکڑ کر برتن میں رکھنا، خاص اُن کے کھانے کی جگہ سے نوالہ اٹھا کر کھانا، جہاں مُنہ لگا کر انھوں نے پیا بالقصد اُسی جگہ مُنہ رکھ کر خود نوش کرنا، یہ اور بھی واضح کررہی ہے کہ عدوٰی یعنی ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جانا محض خیال باطل ہے ورنہ اپنے آپ کو بلا کے لئے پیش کرنا شرع ہرگز روا نہیں رکھتی،

قال اللہ تعالٰی ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا) آپ اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

رہیں قسم اوّل کی حدیثیں، وہ اس درجہ عالیہ صحت پر نہیں جس پر احادیثِ نفی ہیں ان میں اکثر ضعیف ہیں جیسا کہ ہم بیان واشارہ کر آئے اور بعض غایت درجہ حسن ہیں، صرف حدیث اول کی تصحیح ہوسکتی ہے مگر وہی حدیث اس سے اعلٰی وجہ پر جو صحیح بخاری میں آئی خود اُسی میں ابطال عدوٰی موجود کہ مجذوم سے بھاگو اور بیماری اُڑ کر نہیں لگتی، تو یہ حدیث خود واضح فرمارہی ہے کہ بھاگنے کا حکم اس وسوسہ واندیشہ کی بناء پر نہیں، معہذا صحت میں اُس کا پایہ بھی دیگر احادیثِ نفی سے گرا ہُوا ہے کہ اُسے امام بخاری نے مسندًا روایت نہ کیا بلکہ بطور تعلیق،

حیث قال قال عفان وعفان ھذا | چنانچہ امام بخاری نے فرمایا عفان نے کہا یہ عفان

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۵

وان کان من شیوخ البخاری فکثیرا ما یروی عنہ بالواسطۃ کما فی فتح الباری[1] وعدولہ عن حدثنا المعتاد لہ فی جمیع کتابہ الی قال لایکون الا لوجہ وھذا وان کان وصلا علی طریق ابن الصلاح فلیس المختلف فیہ کالمتفق علیہ وقد جزم المحقق علی الاطلاق فی باب العنین من فتح القدیر ان البخاری رواہ معلقا[2] ثم لعلک تقول مالک حصرت الصحۃ فی الحدیث الاول الیس فیما ذکرت حدیث انا قد بایعناک فارجع[3] اقول انما یرویہ مسلم ھکذا حدثنا یحیی بن یحیی انا ھشیم ح قال وثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ قال نا شریک بن عبد اللہ وھشیم بن بشیر عن یعلی بن عطاء عن عمرو بن الشرید عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ[4]

اگرچہ شیوخِ بخاری (اساتذہ بخاری) میں سے ہے تاہم اس سے بسا اوقات بالواسطہ روایت کرتے ہیں جیسا کہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے، امام بخاری کا حدثنا (جو تمام کتب میں حسب معمول و حسبِ عادت ہے) چھوڑ کر لفظ قال اختیار کرنا بغیر کسی وجہ کے نہیں ہوسکتا، اگرچہ علامہ ابن الصلاح کے طریقے پر یہ صورت وصل ہے تاہم مختلف فیہ، متفق علیہ کی طرح نہیں۔ محقق علی الاطلاق (ابن ہمام) نے فتح القدیر باب عنین میں اس پر یقین اور وثوق کیا کہ امام بخاری نے اسے معلق روایت کیا ہے پھر شاید آپ کہیں کہ تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ تم نے پہلی حدیث میں صحت کو منحصر (بند) کردیا حالانکہ خود آپ نے ذکر کیا اس میں یہ حدیث ہے انا قد بایعناک فارجع واپس ہوجاؤ ہم نے تمھیں زبانی بیعت کرلیا۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) امام مسلم اسے اس سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں ہم سے یحیٰی بن یحیٰی نے بیان کیا اسے ہشیم نے بتایا 'ح' ہم سے ابوبکر بن شیبہ نے بیان کیا اس نے کہا ہم سے شریک بن عبداللہ اور ہشیم بن بشیر نے بیان کیا اس نے یعلی بن عطاء اس نے عمرو بن شرید اس نے اپنے باپ سے روایت کیا

---

[1] فتح الباری شرح البخاری کتاب الطب باب الجذام مصطفی البابی مصر ۱۲/ ۲۶۴

[2] فتح القدیر کتاب الطلاق باب العنین مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۱۳۳

[3] صحیح مسلم کتاب السلام باب اجتناب المجذوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۳

[4] " " " " " " "

وقال ابن ماجة حدثنا عمرو بن رافع ثنا ھشیم عن یعلی بن عطاء[1] الخ وھشیم بن شریك كلاھما مدلس وقد عنعنا قال فی التقریب ھشیم بن بشیر ثقة ثبت كثیر التدلیس والارسال الخفی[2] وقال فی شریك صدوق یخطئ كثیرا تغیر حفظه منذ ولی القضاء بالكوفة[3] وقال فی تھذیب التھذیب قال عبد الحق الاشبیلی كان یدلس و قال ابن القطان كان مشھورا بالتدلیس[4] اھ قالوا یروی له مسلم فی المتابعات[5] اھ كما ھھنا اخرج له بمتابعة ھشیم اما قول من قال ان عنعنة المدلسین فی الصحیحین محمول علی السماع **فاقول** تقلید جامد ولا ننكر تحسین الظن فلیس التخمین كالتبیین اصلا۔

رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ محدث ابن ماجہ نے فرمایا ہم سے عمرو بن رافع نے بیان کیا اس نے کہا ہم سے ہشیم نے بواسطہ یعلٰی بن عطاء بیان کیا الخ ہشیم اور شریک دونوں مدلس ہیں اور دونوں نے عن عن کے الفاظ سے روایت کی ہے، چنانچہ التقریب میں فرمایا: ہشیم بن بشیر ثقہ ثبت ہے مگر بہت زیادہ تدلیس اور ارسال خفی کرنے والا ہے۔ اور شریک کے متعلق فرمایا: سچا ہے لیکن کثیر الخطا ہے اس کے حافظہ میں تبدیلی آگئی تھی جب سے وہ کوفہ میں قاضی مقرر ہوا۔ تہذیب التہذیب میں کہا کہ عبد الحق اشبیلی نے فرمایا: وہ تدلیس کیا کرتا تھا۔ اور ابن القطان نے فرمایا: وہ تدلیس میں مشہور تھا اھ۔ فرمایا: امام مسلم اس سے متابعات میں روایت کرتے تھے اھ۔ جیسا کہ یہاں ہشیم کی متابعت میں اس سے تخریج فرمائی۔ لیکن جس نے یہ کہا کہ تدلیس کرنے والوں کا بخاری ومسلم میں عن عن کہنا سماع پر محمول ہے **فاقول** (تو میں کہتا ہوں کہ) یہ محض اندھی تقلید ہے اگرچہ ہم حسن ظن کے منکر نہیں تاہم تخمین (اٹکل پچو سے کچھ کہنا) بالکل صاف بیان کرنے کی طرح نہیں ہوسکتا۔ (ت)

کوئی حدیث ثبوت عدوٰی میں نص نہیں، یہ تو متواتر حدیثوں میں فرمایا کہ بیماری اُڑ کر نہیں لگتی، اور یہ ایک حدیث میں بھی نہیں آیا کہ عادی طور پر اُڑ کر لگ جاتی ہے۔ حدیث چہارم کہ جذامیوں کو نظر جماکر نہ دیکھو ان کی طرف تیز نگاہ نہ کرو" صاف یہ محمل رکھتی ہے کہ ادھر زیادہ دیکھنے سے تمہیں گھن آئے گی نفرت پیدا ہوگی ان

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الطب باب الجذام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۱

[2] تقریب التہذیب لابن حجر عسقلانی تحت حرف الہاء ترجمہ ۷۳۳۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۶۹

[3] " " " " " " تحت حرف الشین المعجمہ " ۲۷۹۵ " " " ۱/ ۴۱۷

[4] تہذیب التہذیب من اسمہ شریک ترجمہ شریک بن عبد اللہ ۵۷۷ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن بھارت ۳۳۷/ ۴

[5] " " " " " " " " " " "

مصیبت زدوں کو حقیر سمجھو گے، ایک تو یہ خود حضرت عزت کو پسند نہیں پھر اس سے ان گرفتارانِ بلا کو ناحق ایذا پہنچے گی اور یہ روا نہیں۔ علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

(لا تحدوا النظر) لانہ اذی ان لا تعافوھم فتزدروھم او تحتقروھم[1]

(نظریں جما کر جذامیوں کو نہ دیکھو) اس لئے کہ یہ ایذا ہے کہیں تم ان سے گھن نہ کرنے لگو اور انکو عیب دار سمجھتے ہوئے تحقیر نہ کرنے لگو۔ (ت)

علامہ فتنی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

لا تدیموا النظر الی المجذومین لانہ اذا ادامہ حقرہ و تاذی بہ المجذوم[2]

نگاہ جما کر جذامیوں کو نہ دیکھو اس لئے کہ یہ ایذا ہے جب کوئی نگاہ جما کر انھیں دیکھے تو انھیں حقیر سمجھے گا اور جذامیوں کو اس طرح تکلیف ہوگی۔ (ت)

حدیث ششم میں کہ اُن ثقفی سے فرمایا "پلٹ جاؤ تمھاری بیعت ہوگئی" متعدد وجوہ ہیں:

(۱) انھیں مجلس اقدس میں نہ بلایا کہ حاضرین دیکھ کر حقیر نہ سمجھیں۔

(۲) حضار میں کسی کو دیکھ کر یہ خیال نہ پیدا ہو کہ ہم ان سے بہتر ہیں، خود بینی اس مرض سے بھی سخت تر بیماری ہے۔

(۳) مریض اہلِ مجمع کو دیکھ کر غمگین نہ ہو کہ یہ سب ایسے چین میں ہیں اور وہ بلا میں، تو اس کے قلب میں تقدیر کی شکایت پیدا ہوگی۔

(۴) حاضرین کا لحاظ خاطر فرمایا کہ عرب بلکہ عجم جمہور بنی آدم بالطبع ایسے مریض کی قربت سے بُرا مانتے ہیں نفرت لاتے ہیں۔

(۵) **اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) ممکن کہ خاطر مریض کا لحاظ فرمایا کہ ایسا مریض خصوصاً نو مبتلا خصوصاً ذی وجاہت مجمع میں آتے ہوئے شرماتا ہے۔

(۶) **اقول** ممکن کہ مریض رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاتھوں سے رطوبت نکلتی تھی تو نہ چاہا کہ مصافحہ فرمائیں، غرض واقعہ حال محل صدگونہ احتمال ہوتا ہے حجت عام نہیں ہوسکتا۔ مجمع البحار میں ہے:

ارجع فقد بایعناک انما ردہ

واپس چلے جاؤ بے شک میں نے تمھیں (زبانی)

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث لاتحدوا النظر الی مجذومین مکتبہ امام شافعی الریاض ۲/۴۹۱

[2] مجمع بحار الانوار تحت حرف الجیم تحت لفظ "جذام" مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۱/۳۳۶

لئلا ینظر الیہ اصحابہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیزدرونہ ویرون لانفسھم علیہ فضلا فیدخلھم العجب او لئلا یحزن المجذوم برؤیۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واصحابہ وما فضلوا بہ فیقل شکرہ علی بلاء اللہ تعالٰی[1]

بیعت کرلیا ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس جذامی شخص کو لوٹا دیا تاکہ حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام اسے دیکھ کر کہیں حقیر اور گھٹیا نہ سمجھنے لگیں اور اپنے آپ کو اس پر ترجیح نہ دینے لگیں۔ اس طرح ان میں خود بینی پیدا ہو جائے گی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ کے صحابہ ذی شان کو اور ان کے فضل و شرف کو دیکھنے سے کہیں جذامی غمگین نہ ہو، پھر اللہ تعالٰی کی مصیبت اور بلا پر اس کے جذبات شکر میں کمی نہ آجائے۔ (ت)

حدیث ہفتم کہ بچھونا لپیٹنے کو فرمایا **اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) ممکن کہ اس لئے فرمایا ہو کہ مریض کے پاؤں سے رطوبت نہ ٹپکے۔

حدیث ہشتم کہ اگر کوئی بیماری اُڑ کر لگتی ہو تو جذام ہے۔ "اگر" کا لفظ خود بتا رہا ہے کہ اُڑ کر لگنا ثابت نہیں۔ تیسیر میں ہے:

قولہ ان کان دلیل علی ان ھذا الامر غیر محقق عندہ[2] اھ **اقول** حملہ علی الشك وما کان ینبغی وانما حقہ ان نقول قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کان فی شیئ من ادویتکم خیر ففی شرطۃ محجم او شربۃ من عسل الحدیث[3] رواہ احمد والشیخان والنسائی عن جابر

گزشتہ حدیث میں حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد حرف "اِن" اس بات کی دلیل ہے کہ یہ امر آپ کے نزدیک ثابت اور محقق نہیں اھ۔ **اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) اس کو شک پر محمول کرنا ہرگز مناسب نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ ہم یوں کہیں کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: (لوگو!) اگر تمھاری کسی دوا اور علاج میں خیر ہو تو پچھنے لگوانے اور شہد پینے میں ہے (الحدیث) امام احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت جابر

---

[1] مجمع بحار الانوار حرف الجیم تحت لفظ "جذام" مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۱/ ۳۳۶

[2] تیسیر شرح جامع صغیر تحت حدیث ان کان شیئ من الداء الخ مکتبہ امام شافعی ریاض ۱/ ۳۷۳

[3] صحیح بخاری کتاب الطب باب الدواء بالعسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۴۸
صحیح مسلم کتاب السلام باب لکل داء دواء " " ۲/ ۲۲۵

رضی اللہ تعالٰی عنہ ولا شك ان فی العسل خیرا کما نطق به القرآن العزیز و فی الحجامة ایضا کما دل علیه المستفیض من الاحادیث القولیة والفعلیة و قال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لوکان شئ سابق القدر لسبقته العین رواہ احمد[1] ومسلم والترمذی عن ابن عباس و احمد والترمذی وابن ماجة بسند صحیح عن اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالٰی عنهم لا شك ان القدر لا یسبقه شئ فاذا ثبت الوجهان فی امثال المقال جاء الاحتمال فبطل الاستدلال.

رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ بلاشبہہ شہد کے استعمال کرنے میں خیر ہے جیساکہ قرآن عزیز اس پر ناطق ہے اور پچھنے لگانے میں بھی خیر ہے جیساکہ مشہور قولی اور فعلی حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی چیز قضا و قدر سے آگے بڑھ جاتی تو نظر بد آگے بڑھ جاتی۔ امام احمد، مسلم، ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عباس سے اس کو روایت کیا، نیز امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے بسند صحیح اسماء دختر عمیس سے اسے روایت کیا ہے (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو) اس میں کوئی شک و شبہہ نہیں کہ تقدیر سے کوئی چیز آگے نہیں ہوسکتی، پھر جب وہ وجوہات اس قسم کی گفتگو میں ثابت ہوگئیں تو کلام میں احتمال پیدا ہوگیا (لہذا احتمال کے ہوتے ہوئے) استدلال باطل ہوگیا۔ (ت)

رہا اس وادی سے جلد گزرجانا **اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) اس میں وہ پانچ وجوہ پیشین جاگزیں جو حدیث ششم کے بارہ میں گزریں فافھم (لہذا اس کو اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ ت) حدیث نہم کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُن بی بی کو منع فرمایا **اقول** وہاں بھی چاروجہ اولیں جاری کما لایخفی بادنٰی تأمل (جیساکہ معمولی غور و فکر کرنے سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہتی۔ ت)، حدیث یازدہم و دوازدہم کا فقرہ کہ امیر المومنین نے معیقیب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے فرمایا دوسرا ہوتا تو مجھ سے ایک نیزے کے فاصلہ پر بیٹھتا **اقول** انھیں حدیثوں میں ہے کہ اُن کو اپنے ساتھ کھلایا، اگر یہ امر عدوٰی کا سبب عادی ہوتا تو اہل فضل کی خاطر سے اپنے آپ کو معرض بلا میں ڈالنا روا نہ ہوتا۔ اور تیرھویں حدیث نے تو خوب

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن اسماء بنت عمیس المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۴۳۸
صحیح مسلم کتاب السلام باب الطب والمرض الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۲۰
سنن ابن ماجہ ابواب الطب باب من استرق العین ص ۲۵۹

ظاہر کر دیا کہ امیر المومنین خیال عدوٰی کی بیخ کنی فرماتے تھے نری خاطر منظور تھی تو اس شدت مبالغہ کی کیا حاجت ہوتی کہ پانی انھیں پلا کر اُن کے ہاتھ سے لے کر خاص اُن کے منہ رکھنے کی جگہ پر منہ لگا کر خود پیتے، معلوم ہوا کہ عدوٰی بے اصل ہے تو اس فرمانے کا منشاء مثلاً یہ ہو کہ ایسے مریض سے تنفر انسان کا ایک طبعی امر ہے آپ کا فضل اس پر حامل ہے کہ وہ تنفر مضمحل و زائل ہو گیا دوسرا ہوتا تو ایسا نہ ہوتا۔

حدیث سی و یکم کہ تندرست جانوروں کے پاس بیمار نہ لائے جائیں **اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) اس کی وجہ خود حدیث مؤطائے امام مالک و سنن بیہقی نے ظاہر کر دی کہ یہ صرف لوگوں کے بُرا ماننے کے لحاظ سے ہے ورنہ بیماری اُڑ کر نہیں لگتی، ولہذا ہم نے اس حدیث کو احادیثِ قسم اول میں شمار بھی نہ کیا۔ اب نہ رہیں مگر پانچ حدیثیں اول دوم سوم پنجم دہم **اقول** قطع نظر اس سے کہ ان میں دوم کی سند واہی اور سوم کی خود حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے جن کی طرف وہ نسبت کی جاتی تھی تکذیب فرمائی، اور دہم کہ امیر المومنین سے ایک صحابی جلیل القدر منجملہ اصحاب بدر و مہاجرین سابقین اولین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کی نسبت اُس کا صدور سخت مستبعد تھا، متعدد حدیثوں نے اس کا خلاف ثابت کر دیا جیسا کہ امیر المومنین سے مظنون تھا کما سبق ذٰلك كله فهذا منقطع باطنا و معلول غير مقبول (یہ سب کچھ پہلے گزر چکا ہے لہذا یہ اندرونی طور پر منقطع، معلول غیر مقبول ہے۔ ت) ان میں کسی کا حاصل حدیث اول کے حاصل سے کچھ زائد نہیں اور اُن میں وہی صحیح یا حسن ہے تو اُسی کی طرف توجہ کافی۔ علماء کے لئے یہاں متعدد طریقے ہیں:

اوّل اُس کے ثبوت میں کلام بر طریقہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا ہے جیسا کہ حدیث ہفدہم میں گزرا۔

اقول طريقتها رضی الله تعالٰی عنها معروفة فی امثال الاحادیث التی ترد علی خلاف ما عندها من العلم القطعی المستند الی القراٰن العظيم او السماع الشفاهی من جبيب الكريم صلی الله تعالٰی عليه وسلم ان تنسب راويها الی السهو والوهم فی السماع والفهم كما قالت فی حديث امير المومنين عمر

اقول (میں کہتا ہوں) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا طریقہ کار اس قسم کی حدیثوں کے رد میں جو اس علم قطعی کی بناء پر جو ان کے نزدیک ثابت شدہ ہے یہ ہے کہ جس کی سند قرآن عظیم یا حضور کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے بالمشافہ سماع پر ہے مشہور و معروف ہے کہ سماع و فہم میں راوی کی طرف سہو و وہم کی نسبت کرتی ہیں جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے

رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم ان المیت لیعذب
ببعض بکاء اھلہ علیہ، یرحم اللہ
عمر لا واللہ ماحدث رسول اللہ
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
ان اللہ یعذب المؤمن ببکاء اھلہ
ولکن اللہ تعالٰی یزید الکافر
عذابا ببکاء اھلہ علیہ وقالت حسبکم
القراٰن ولا تزر وازرۃ وزر اخرٰی
رواہ الشیخان[1] وقالت یغفر اللہ
لابی عبدالرحمٰن ترید ابن عمر رضی اللہ
تعالٰی عنھم فانہ ایضا روی
الحدیث کابیہ اما انہ لم یکذب
ولکنہ نسی انما مر رسول اللہ
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
علی یھودیۃ یبکی
علیھا فقال انھم لیبکون
علیھا وانھا لتعذب فی
قبرھا[2] رویاہ ایضا وفی
لفظ امٔ واللہ ماتحدثون
ھذا الحدیث عن الکاذبین
ولکن السمع یخطی وان لکم

حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت
فرمائی کہ آپ نے ارشاد فرمایا بعض دفعہ میت پر گھر والوں
کے رونے سے اسے عذاب دیا جاتا ہے۔ مائی صاحبہ
نے فرمایا اللہ تعالٰی عمر (رضی اللہ عنہ) پر رحم فرمائے
خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں یہ ارشاد رسول اللہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم کا نہیں کہ گھر والوں کے رونے کی
وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے بلکہ حدیث یوں ہے
کہ اللہ تعالٰی کافر کے عذاب میں اضافہ فرمادیتا ہے
جبکہ اس کے گھر والے اس پر روئیں۔ چنانچہ
مائی صاحبہ نے فرمایا اس بارے میں تمہیں قرآن مجید
کافی ہے (چنانچہ ارشاد ربانی ہے) کوئی بوجھ اٹھانے
والی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔

بخاری ومسلم نے اسے روایت کیا ہے اور ام المؤمنین
نے ارشاد فرمایا اللہ تعالٰی ابوعبدالرحمٰن یعنی عبداللہ
ابن عمر کو معاف کرے کہ انھوں نے بھی اپنے والد گرامی
کی طرح حدیث روایت کردی۔ سُن لو انھوں نے
جھوٹ نہیں کہا البتہ وہ بھول گئے (اصل واقعہ)
یہ تھا کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک مردہ
یہودیہ کے پاس سے گزرے کہ جس پر رویا جارہا
تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ اس پر گریہ وبکا
کر رہے ہیں مگر اس کو قبر میں عذاب دیا جا رہا
ہے۔ بخاری ومسلم دونوں نے اس کو روایت

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعذب المیت الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۲
صحیح مسلم " کتاب الجنائز " " " ۱/۳۰۳

[2] صحیح البخاری کتاب الجنائز ۱/۱۷۲ و صحیح مسلم کتاب الجنائز ۱/۳۰۳

فی القرآن مایشفیکم ان لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی ولکن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان اللہ عزوجل لیزید الکافر عذابا ببعض بکاء اھلہ علیہ رواہ الامام الطحاوی[1] وقالت فی حدیثھما ایضا اعنی امیر المؤمنین وابنہ عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فی نتنی بدر والذی نفسی بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم[2] رویاہ ایضا انما قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھم لیعلمون الاٰن ماکنت اقول لھم حق وقد قال اللہ تعالٰی انک لاتسمع الموتٰی[3] رواہ البخاری ولما بلغھا حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان

کیا ہے۔ ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں: سن لو، خدا کی قسم یہ حدیث تم جھوٹوں سے نہیں روایت کرتے لیکن سننے میں بھی غلطی لگ جاتی ہے اور تمھارے لئے قرآن مجید میں تمھاری شفاء کے اسباب موجود ہیں کہ کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائیگی لیکن حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰے (مرنے والے) کافر کے عذاب کو اس کے بعض گھر والوں کے رونے کی وجہ سے بڑھا دیتا ہے۔ امام طحاوی نے اسے روایت کیا ہے، ام المومنین نے ان دونوں کی حدیث کے متعلق ارشاد فرمایا (ان دونوں سے مراد امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰے عنہ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں) حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بدبودار کفار مقتولین بدر کے متعلق ارشاد فرمایا اس پروردگار کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے جو کچھ میں ان سے فرمارہا ہوں تم ان سے زیادہ نہیں سنتے، نیز دونوں نے اس کو روایت فرمایا (یہاں بھی ام المومنین نے یہ ارشاد فرمایا) نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے تو یہ ارشاد فرمایا تھا۔ اب وہ بخوبی جانتے ہیں کہ وہ حق ہے جو میں ان سے کہتا تھا۔ حالانکہ بلاشبہ اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا یقیناً آپ مُردوں کو

---

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراہۃ باب البکاء علی المیت الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ٢/ ٤٠٦

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جہل قدیمی کتب خانہ کراچی ٢/ ٥٦٦

[3] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر قدیمی کتب خانہ کراچی ١/ ١٨٣

النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
قال ان الطیرۃ فی
المرأۃ والدار والفرس فغضبت
غضبا شدیدا وقالت والذی
نزل القرآن علی محمد
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ما قالہا رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم انما قال
اھل الجاھلیۃ کانوا یتطیرون
من ذلک رواہ الطحاوی[1] وابن
جریر عن قتادۃ عن ابی حسان ورواہ
ایضا الحاکم والبیھقی وما ذلک الالان
العلم عندھا من النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم علی خلاف ذلک فقد قالت
کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
یبغض الطیرۃ ویکرھھا رواہ الامام
الطحاوی[2] وروی ایضا انہ قیل
لعائشۃ ان اباھریرۃ
یقول لان یمتلئ جوف احدکم
قیحا خیر لہ من ان
یمتلئ شعرا فقالت یرحم
اللہ اباھریرۃ حفظ اول الحدیث

نہیں سنا سکتے۔ امام بخاری نے اس کو روایت کیا ہے۔
(یونہی) جب ام المومنین کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
کی یہ حدیث پہنچی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا کہ عورت، گھر اور گھوڑے میں نحوست ہے۔
تو آپ بہت زیادہ غضبناک ہوئیں اور فرمایا اس
خدا بزرگ و برتر کی قسم جس نے محمد کریم صلے اللہ تعالےٰ
علیہ وسلم پر مقدس قرآن نازل فرمایا کہ حضور پاک نے
اس طرح نہیں ارشاد فرمایا بلکہ یُوں ارشاد فرمایا کہ
دورِ جاہلیت والے ان چیزوں سے نحوست اور
بدشگونی لیتے تھے۔ امام طحاوی و ابن جریر نے بواسطہ
قتادہ بواسطہ ابوحسان اسے روایت کیا ہے نیز
حاکم اور بیہقی نے اسے روایت کیا ہے۔ رہا یہ کہ
ام المومنین ایسا کیوں کرتی تھیں اس کی وجہ یہ تھی کہ
حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے انھیں جو یقینی علم
حاصل تھا وہ مذکورہ روایتی الفاظ کے خلاف تھا۔
بلاشبہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم بدشگونی
اور نحوست کے تصور کو مبغوض خیال فرماتے اور ناپسند
کرتے تھے۔ امام طحاوی نے اسے روایت فرمایا
اور یہ بھی روایت فرمایا کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ
سے کہا گیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں تم میں سے کسی کے پیٹ کا پیپ سے
بھر جانا بنسبت اشعار سے بھر جانے کے بہتر ہے،

---

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراھیۃ باب الاجتناب من ذی دار الطاعون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۱۹

[2] " " " " باب الاجتناب من ذی دار الطاعون " " " " ۲/۳۱۸

ولم يحفظ أخره ان المشركين كانوا يهاجون رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم فقال لان يمتلئ جوف احدكم قيحا خيرله من ان يمتلئ شعرا من مهاجاة رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم[1] اھ ذٰلك لانها سمعت النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم يقول ان من الشعر لحكمة[2] وسمعته صلى الله تعالٰى عليه وسلم يتمثل بشعر ابن رواحة رضی الله تعالٰى عنه وربما قال صلى الله تعالٰى عليه وسلم هذا البيت ويأتيك بالاخبار من لم تزود روى الكل الطحاوی[3] كذٰلك قالت ههنا لسماعها منه صلى الله تعالٰى عليه وسلم لاعدوى فمن اعدى الاول والسبب فی ذٰلك ما اشرنا

توام المومنین نے یہاں بھی فرمایا اللہ تعالٰی ابوہریرہ پر رحم فرمائے کہ انھیں حدیث کا پہلا حصہ یاد رہا اور آخری حصہ محفوظ نہ رہا (اصل واقعہ یہ تھا) مشرکین رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مذمت کیا کرتے اور آپ کے خلاف بدگوئی سے کام لیتے تھے تو اس بارے میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جانا تو اس کے لئے بہتر تھا بنسبت حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی ہجو اور مذمت والے اشعار سے بھرنے کے اھ اور یہ اس لئے فرمایا کہ ام المومنین نے حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خود سُنا تھا کہ آپ نے فرمایا بعض اشعار حکمت پر مبنی ہوتے ہیں یا حکمت والے ہوتے ہیں، اور یہ بھی سُنا تھا کہ آپ ابن رواحہ کے اشعار پڑھا کرتے تھے (اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو) اور کبھی آپ نے یہ شعر بھی پڑھا ویأتیك بالاخبار من لم تزود یعنی تیرے پاس وہ شخص خبریں لائے گا جس کو تُو نے توشہ نہ دیا، سب کو امام طحاوی نے روایت کیا ہے، یہاں بھی اسی طرح مائی صاحبہ نے ارشاد فرمایا اس لئے کہ خود حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ سُنا تھا کسی مرض میں تعدیہ اور تجاوز نہیں ورنہ پہلے مریض کو

---

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراہیۃ باب روایۃ الشعر الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۰۸

[2] " " " " " " " " " " ۲/۲۰۹

[3] " " " " " " " " " "

الیہ من ان اخبار الاحاد لاتعارض ما عندھا من القطعی فما وقع من العلامۃ ابی الفرج ابن الجوزی حیث ذکر فی حدیث الشوم فی ثلث ان عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قد غلطت علی من روی ھذا الحدیث وقالت انما کان اھل الجاھلیۃ یقولون الطیرۃ فی المرأۃ والدار والدابۃ ثم قال وھذا رد لصریح خبر رواتہ ثقات الخ کما نقلہ الامام العینی فی عمدۃ القاری[1] منشؤہ الغفلۃ عن النکتۃ التی ذکرتھا ثم قولہ وقالت انما کان اھل الجاھلیۃ یقولون الخ **اقول** ما قالتہ بل رواتہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما ھو صریح نص روایۃ الطحاوی ومن ذکرنا جمیعا وای ثقۃ اوثق منہا رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

کیسے اُڑ کر لگ گیا اور اس کا سبب وہی ہے جس کی طرف ہم اشارہ کر آئے ہیں کہ اخبار احاد اس علم قطعی کا تعارض نہیں کرسکتیں جو مائی صاحبہ کے پاس تھا علامہ ابو الفرج ابن جوزی سے (مائی صاحبہ کے متعلق) جو کچھ واقع ہوا اس کا منشأ اس نکتہ سے غفلت ہے جو مائی صاحبہ نے ذکر فرمایا (اس کی تفصیل یہ ہے) چنانچہ علامہ ابن جوزی نے ذکر فرمایا کہ حدیث میں تین چیزوں کی نحوست کا ذکر آیا ہے، عورت، گھر، چوپایہ۔ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس پر شدّت اختیار کی جس نے یہ روایتِ حدیث بیان کی، اور فرمایا کہ اہل جاہلیت یہ کہا کرتے تھے کہ عورت، گھر اور چوپائے میں نحوست ہوا کرتی ہے۔ پھر ابن جوزی نے کہا لیکن یہ تو اس حدیث کا صراحتًا رد ہے کہ جس کو ثقہ اور مستند راویوں نے روایت کیا ہے، جیسا کہ امام عینی نے اس کو نقل فرمایا ہے۔ پھر علامہ ابن جوزی کا یہ کہنا کہ مائی صاحبہ نے فرمایا اہل جاہلیت کہا کرتے تھے الخ **اقول** (میں کہتا ہوں) مائی صاحبہ نے خود تو یہ نہیں فرمایا بلکہ خود حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت فرمائی جیسا کہ وہ روایت طحاوی اور ہمارے ذکر کردہ ان سب لوگوں کی صریح نص ہے۔ اور کون سا ثقہ مائی صاحبہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے زیادہ ثقاہت رکھتا ہے۔ (ت)

دوم مجذوم وغیرہ سے بھاگنے کی حدیثیں منسوخ ہیں احادیث نفی عدوٰی نے انھیں نسخ کردیا، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں امام قاضی عیاض سے منقول،

ذھب عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ وجماعۃ من

حضرت عمر فاروق اور سلف کا ایک گروہ اس طرف

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری بحوالہ ابن الجوزی کتاب الطب باب الطیرۃ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/۲۷۳

السلف الی الاکل معه وان الامر باجتنابه
منسوخ وممن قال بذٰلك عیسٰی بن دینار
من المالکیة اھ[1] وردہ الامام النووی
بوجهین احدھما ان النسخ یشترط
فیه تعذر الجمع بین الحدیثین
ولم یتعذر بل قد جمعنا بینهما والثانی
انه یشترط فیه معرفة التاریخ و
لیس ذٰلك موجودا ھٰھنا اھ[2] **اقول** نص
القاضی ان امیر المؤمنین کان یراہ
منسوخا فان کان ھذا عن روایة
کما ھو ظاھر اللفظ لم یرد علیه
شیئ من الوجهین لان امیر المؤمنین
لا یقول به الا عن علم وبعدہ
لا مساغ للجمع وان امکن
باسهل وجه نعم ان ذکرہ
القاضی ظنا منه فالوجهان
وجیهان **اقول** وثالثهما
ما روینا فی الحدیث
الثانی والثلثین حیث جمع
صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم
کلا الکلامین فی نسق
واحد فاین النسخ لاسیما

گئے ہیں کہ جذامی شخص کے ساتھ کھانا جائز ہے اور اس
سے بچنے کا حکم منسوخ ہے۔ اور جن لوگوں نے یہ کہا
ان میں عیسٰی ابن دینار مالکی ہیں اھ لیکن امام نووی
نے اسے دو وجہوں سے رد کیا ہے ایک وجہ یہ ہے
کہ نسخ کے لئے شرط یہ ہے کہ دو حدیثیں جمع نہ ہو سکیں
اور یہاں جمع میں کوئی دشواری نہیں بلکہ ہم نے دونوں
حدیثوں کو جمع کر دیا ہے، دوسری وجہ یہ کہ نسخ میں شرط
ہے کہ تاریخ معلوم ہو (تاکہ پہلی کو منسوخ اور دوسری
کو ناسخ قرار دیں) اور یہاں یہ موجود نہیں **اقول**
(میں کہتا ہوں) امام قاضی عیاض نے یہ تصریح
فرمائی ہے کہ امیر المومنین حدیث مذکور کو منسوخ
سمجھتے تھے۔ اگر یہ بات روایت ہے جیسا کہ الفاظ
سے ظاہر ہوتا ہے تو پھر دونوں وجہیں اس پر
وارد نہیں ہو سکتیں اس لئے کہ امیر المومنین بغیر علم
کے ایسا نہیں فرما سکتے۔ اور نسخ کے بعد جمع
کی گنجائش نہیں اگرچہ کسی زیادہ آسان وجہ سے
ممکن ہو۔ ہاں اگر قاضی عیاض نے یہ (دعوی نسخ)
اپنے گمان سے ذکر کیا ہو تو پھر دونوں وجہیں وجیہ
ہیں اور ان دونوں کے علاوہ تیسری وجہ وہ جس کو ہم نے
بتیسویں حدیث میں روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم نے دونوں کلاموں کو ایک ترتیب
(نسق واحد) میں جمع فرمایا پھر نسخ کہاں ہے چنانچہ

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری بحوالہ ابن الجوزی کتاب الطب باب الجذام ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/۲۴۷
[2] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب السلام باب لاعدوی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۰

وقوله صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم لاعدوٰی مقدم فیہ علی وفرمن المجذوم وما کان لصدر الکلام ان ینسخ اٰخرہ۔

خصوصًا حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد "لاعدوٰی" "وفرمن المجذوم" سے مقدم ہے اور صدرِ کلام کے لئے یہ گنجائش نہیں کہ وہ آخرِ کلام کو منسوخ کرے۔ (ت)

سوم بھاگنے کا حکم اس لئے ہے کہ وہاں ٹھہریں گے تو ان پر نظر پڑے گی اور اس سے وہ مفاسد عُجب وتحقیر و ایذا پیدا ہوں گے جن کا ذکر گزرا۔ عمدۃ القاری میں ہے :

قال بعضھم الخبر صحیح وامرہ بالفرار منہ لنھیہ عن النظر الیہ[1] اھ مافی العینی **اقول** ولا یحتملہ الحدیث الخامس ونظراؤہ ممافیہ الامر ان یکونوا فیھم بفصل رمح اورمحین۔

بعض اہلِ علم نے فرمایا حدیث صحیح ہے اور جذامی آدمی سے دُور بھاگنے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ اس کی طرف دیکھنے کی ممانعت ہے۔ جو کچھ عینی میں ہے وُہ پورا ہوگیا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) پانچویں حدیث اور اس کی امثال اس کا احتمال نہیں رکھتیں اس لئے کہ ان میں یہ امر ہے کہ ان جذامیوں سے ایک یا دو نیزے دور رہیں۔ (ت)

چہارم امرِ فرار اس لئے ہے کہ اس کی بدبو وغیرہ سے ایذا نہ پائیں۔ شرح صحیح مسلم للنووی میں ہے :

قیل النھی لیس للعدوٰی بل للتاذی بالرائحۃ الکریھۃ ونحوھا[2] اھ **اقول** وھذا ظاھر البعد فافھم۔

کہا گیا کہ نہی تعدیہ مرض کے لئے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ ان کی بدبو وغیرہ سے ایذا نہ ہو اھ **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) یہ بظاہر بعید ہے لہٰذا اس کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ (ت)

پنجم قولِ مشہور و مذہبِ جمہور و مشربِ منصور کہ دوری وفرار کا حکم اس لئے ہے کہ اگر قرب و اختلاط رہا اور معاذ اللہ قضا و قدر سے کچھ مرض اسے بھی حادث ہوگیا تو ابلیس لعین اس کے دل میں وسوسہ ڈالے گا کہ دیکھو بیماری اُڑکر لگ گئی۔ یہ اوّل تو ایک امر باطل کا اعتقاد ہوگا اسی قدر فساد کے لئے کیا کم تھا پھر متواتر حدیثوں میں سُن کر کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صاف فرمایا ہے بیماری اُڑ کر نہیں لگتی یہ وسوسہ دل میں جمنا سخت خطرناک وہائل ہوگا، لہٰذا ضعیف الیقین لوگوں کو اپنا دین بچانے کے لئے دُوری

---

[1] عمدۃ القاری کتاب الطب باب الجذام ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/ ۲۴۷

[2] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب السلام باب لاعدوٰی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۰

بہتر ہے، ہاں کامل الایمان وہ کرے جو صدیق اکبر و فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما نے کیا اور کس قدر مبالغہ کے ساتھ کیا اگر عیاذاً باللہ کچھ حادث ہوتا اُن کے خواب میں بھی خیال نہ گزرتا کہ یہ عدوائے باطلہ سے پیدا ہوا ان کے دلوں میں کوہِ گراں شکوہ سے زیادہ مستقر تھا کہ لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا[1] (ہمیں ہرگز کچھ پہنچتا (یا پہنچ سکتا) سوائے اس کے جو اللہ تعالٰی نے ہمارے مقدر میں لکھ دیا ہے۔ ت) بے تقدیر الٰہی کچھ نہ ہوسکے گا، اُسی طرف اس قول و فعل حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ اپنے ساتھ کھلایا اور کل ثقۃ باللہ و توکلا علیہ ((ایک جذامی سے آپ نے فرمایا) اللہ تعالٰی پر اعتماد اور بھروسا کرتے ہوئے (ہمارے ساتھ) کھائیے۔ ت) فرمایا۔ امام اجل امین امام الفقہاء و امام المحدثین و امام اہل الجرح والتعدیل، و امام اہل التصحیح والتعلیل، حدیث و فقہ دونوں کے حاوی سیدنا امام ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار شریف میں دربارۂ نفی عدوٰی احادیث سعد بن مالک و علی مرتضٰی و عبد اللہ بن عباس و ابی ہریرہ و عبد اللہ بن مسعود و عبد اللہ بن عمرو جابر بن عبد اللہ و انس بن مالک و سائب بن یزید و ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہم روایت کرکے فرماتے ہیں:

فقد نفی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم العدوٰی فی ھذہ الاٰثار و قد قال فمن اعدی الاول ای لما کان ما اصاب الاول انما کان بقدر اللہ عزوجل کان ما اصاب الثانی کذٰلک فان قال قائل فنجعل ھذا مضادا لما روی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یورد ممرض علی مصح کما جعلہ ابو ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ **قلت** لا ولکن یجعل قولہ لا عدوی کما قال النبی صلی اللہ

بیشک حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان آثار میں (احادیث) تعدیہ مرض کی نفی فرمائی، چنانچہ آپ کا ارشاد ہے کہ پہلے مریض کو کیسے تعدیہ مرض ہوا بلکہ اللہ تعالٰی عزوجل کی تقدیر سے لاحق ہوا۔ اس لئے دوسرے کو بھی جو کچھ پہنچا اسی طرح پہنچا، اگر کوئی قائل یوں کہے کہ ہم اس کو اس حدیث کے متضاد قرار دیتے ہیں جو حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہے کہ کوئی مریض کسی تندرست آدمی کے پاس نہ جائے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہی کہا ہے۔ **قلت** (میں کہتا ہوں کہ) ہم ایسا نہیں کرتے بلکہ ان کے ارشاد لا عدوٰی کو لیتے ہیں جیسا کہ

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۵۱

تعالٰی علیہ وسلم نفی العدوی ان یکون ابدا و یجعل قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایورد ممرض علی مصح علی الخوف منہ ان یورد علیہ فیصیبہ بقدر اللہ تعالٰی ما اصاب الاول فیقول الناس اعداہ الاول فکرہ ایراد المصح علی الممرض خوف ھذا القول وقد روینا عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی ھذہ الاٰثار ایضا وضعہ ید المجذوم فی القصعۃ فدل فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایضا علی نفی الاعداء لانہ لوکان الاعداء مما یجوزان یکون اذا لما فعل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما یخاف ذلک منہ لان فی ذلک جر التلف الیہ وقد نہی اللہ عزوجل عن ذلک فقال ولا تقتلوا انفسکم ومر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھدف مائل فاسرع فاذا کان یسرع من الھدف المائل مخافۃ الموت فکیف یجوز علیہ ان یفعل ما یخاف منہ الاعداء فھذا معنی ھذہ الاٰثار عندنا واللہ تعالٰی اعلم[1] ملتقطا۔

حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تو تعدیہ مرض کی ہمیشہ نفی ہوگی اور ہم حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد "کوئی مریض کسی تندرست پر نہ وارد ہو" کی بنیاد اس اندیشہ پر رکھتے ہیں کہ مریض کبھی کبھار صحت مند اور تندرست کے پاس جائے اور پھر تندرست کو تقدیر الٰہی سے وہی مرض لاحق ہوجائے جس میں مریض مبتلا ہوچکا ہو تو لوگ کہیں گے کہ پہلے کا مرض (بطور تجاوز) اس میں سرایت کرگیا ہے تو پھر اس کہنے کے اندیشہ سے کسی تندرست کا مریض کے پاس جانا یا اس کا الٹ ناپسند کیا گیا اور ہم نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم سے ان آثار میں روایت کی کہ آپ نے خود جذامی کا ہاتھ پکڑ کر کھانے کے پیالے میں رکھا، اس طرح رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم کا اپنا مبارک عمل بھی تعدیہ مرض کی نفی کی دلیل ہے۔ اگر تعدیہ مرض کسی طرح امکان رکھتا تو نبی کریم صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم کبھی ایسا خطرناک کام (جذامی کو اپنے ساتھ کھانا کھلانے والا) نہ کرتے کیونکہ اس میں ایذا کو اپنی طرف کھینچ کر لانا ہے حالانکہ اللہ تعالٰی بزرگ و برتر نے اس سے منع فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے: (لوگو!) اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ایک جھکے ہوئے (گرنے والے) ٹیلے کے پاس سے گزرے تو گزرنے میں جلدی سے کام لیا۔ جب آپ نے گرنے والے ٹیلے سے گزرتے ہوئے اس

---

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراہیۃ باب الاجتناب من ذی داء الطاعون الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۱۷

خطرے کے پیشِ نظر کہ کہیں اس کے گر پڑنے سے ہلاکت نہ ہو جائے آپ نے جلدی فرمائی، تو پھر آپ کے لئے کیسے روا ہے کہ آپ وہ کام کریں کہ جس سے تعدیہ مرض کا اندیشہ اور خطرہ رہے۔ پھر ہمارے نزدیک ان آثار کا یہ مفہوم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم ملتقطاً۔ (ت)

عمدۃ القاری میں ہے:

التوفیق بین الحدیثین بما قالہ ابن بطال و ھو ان لاعدوٰی اعلام بانھا لاحقیقۃ لھا واما النھی فلئلا یتوھم المصح ان مرضھا من اجل ورود المرضی علیھا فیکون داخلا بتوھمہ ذٰلک فی تصحیح ما ابطلہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من العدوٰی[1]

دونوں حدیثوں میں موافقت ابن بطال کے قول کے مطابق یہ ہے کہ لاعدوٰی کسی مرض میں تجاوز کیلئے نہیں بلکہ اس بات کا اعلان ہے کہ تعدیہ مرض کی کوئی حقیقت نہیں، رہا یہ کہ پھر ایسے مریضوں کے ساتھ میل جول سے کیوں روکا گیا، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تندرست آدمی کو اگر مریض کے پاس آمدورفت کے دوران وہی مرض لگ گیا تو اس کے دل میں وہم پیدا ہو جائے گا کہ اسے یہ مرض مریض ہی سے لگا ہے اور پھر وہ اس وہم سے تعدیہ مرض کی صحت کا قائل ہو جائے گا کہ جس کا خود حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابطال فرمایا۔ (ت)

ماثبت بالسنۃ میں جامع الاصول سے ہے:

یقال اعدی المرض اذا اصابہ مثلہ لمقارنتہ ومجاورتہ اومؤاکلتہ ومباشرتہ و قد ابطلہ الاسلام[2]

کہا جاتا ہے اعدی المرض یعنی مرض تجاوز کر گیا جبکہ کسی مریض کے ساتھ میل جول اور اسکے ساتھ کھانے پینے اور مباشرت سے کسی تندرست آدمی کو اسی جیسا مرض لگ جائے (تو اس وقت یہ کہا جاتا ہے کہ مریض کا مرض اڑ کر فلاں تندرست آدمی کو لاحق ہو گیا ہے) حالانکہ اسلام نے تعدیہ مرض کا ابطال کیا ہے۔ (ت)

اسی میں مشارق الانوار امام قاضی عیاض سے ہے:

العدوی ما کانت تعتقدہ الجاھلیۃ من تعدی داء ذی الداء الی من یجاورہ

تعدیہ مرض جس کا اعتقاد اہل جاہلیت رکھتے تھے کہ کسی مریض کا مرض اس شخص تک تجاوز کر جاتا

---

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری کتاب الطب باب لاھامۃ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/ ۲۸۹

[2] ماثبت بالسنۃ مترجم ذکر شہر صفر ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لاہور ص ۵۲

ویلاصقه ممن لیس به داء فنفاہ الشرع وقولہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم لاعدوی یحتمل النھی عن قول ذٰلک و اعتقادہ و النفی لحقیقۃ ذٰلک کما قال صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم لایعدی شئ شیئا وقولہ فمن اعدی الاول وکلاھما مفھوم من الشرع[1]

اور پہنچ جاتا ہے جو اس مریض سے قرب اور اتصال رکھے باوجودیکہ اس میں پہلے کوئی مرض نہ تھا پس شریعت نے اس اعتقاد کی نفی فرمائی ہے، حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد لاعدوٰی یہ احتمال رکھتا ہے کہ اس کہنے اور اعتقاد رکھنے سے نہی ہو اور اس کی حقیقت کی نفی ہو۔ جیسا کہ حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی چیز کسی دوسری چیز کی طرف تجاوز نہیں کرتی، اور آپ کا ارشاد گرامی ہے پھر پہلے مریض میں کیسے تعدیہ مرض پیدا ہوا۔ اور یہ دونوں باتیں شریعت سے سمجھی گئیں۔ (ت)

اُسی میں نزہۃ النظر للحافظ ابن حجر سے ہے:

الاولی فی الجمع ان یقال ان نفیہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم للعدوی باق علی عمومہ و قد صح قولہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم لایعدی شئ شیئا وقولہ فمن اعدی الاول یعنی ان اللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی ابتدأ ذالک فی الثانی کما ابتدأہ فی الاول واما الامر بالفرار من المجذوم فمن باب سد الذرائع لئلا یتفق للشخص الذی یخالطہ شئ من ذٰلک بقدر اللّٰہ تعالٰی ابتداء لابالعدوی المنفیۃ فیظن ان ذٰلک بسبب مخالطۃ فیعتقد صحۃ العدوی فیقع فی الحرج فامر بتجنبہ حسماللمادۃ[2]، واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

دونوں حدیثوں کو جمع کرنے میں بہتر یہ ہے کہ یُوں کہا جائے کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تعدیہ مرض کی نفی کرنا اپنے عموم پر باقی ہے اور بلاشبہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی صحیح ہے کہ کوئی چیز کسی دوسری چیز کی طرف تجاوز نہیں کرتی، اور آپ کا یہ ارشاد مبارک کہ پہلے میں کیسے مرض ہوا۔ اللہ تعالٰی پاک و برتر نے ہی دوسرے مریض کو بھی مرض لاحق کیا جس طرح اس نے پہلے مریض کو لاحق کیا تھا۔ جہاں تک جذامی سے دُور بھاگنے اور دُور رہنے کے حکم کا تعلق ہے تو یہ ذرائع اور وسائل کو بند کرنے کے باب سے ہے، یعنی جو شخص تندرست حالت میں جذامی آدمی کے ساتھ اختلاط اور میل جول رکھے اور اتفاقاً اسے اللہ تعالٰی

---

[1] ماثبت بالسنۃ مترجم ذکر شہر صفر ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لاہور ص ۵۲

[2] " " " " " " " " " " ص ۴۸

کی قضاؤ قدر سے وہی مرض لاحق ہوجائے تو وہ یہ کہنے لگے گا کہ یہ مرض اس مریض سے میل جول اور اختلاط کی وجہ سے پیدا ہوگیا ہے پھر وہ صحتِ تعدیہ کا اعتقاد رکھنے لگے گا اور حرج میں پڑجائے گا بایں وجہ اسے جذامی آدمی سے دُور رہنے اور بچنے کا حکم دیا گیا تاکہ شکوک وشبہات پیدا ہی نہ ہونے پائیں اور مادہ ہی کٹ جائے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

شرح مصابیح امام تورپشتی و شرح مشکوٰۃ علامہ طیبی و مرقاۃ علامہ قاری و شرح الموطا للعلامہ محمد الزرقانی وغیرہا میں ہے:

واللفظ للزرقانی الاکثران المراد نفی ذٰلك و ابطاله کما دلّ علیه ظاهر الحدیث[1]

علامہ زرقانی کے الفاظ یہ ہیں اکثر کی رائے یہ ہے کہ اس نفی سے اس کا ابطال مراد ہے جیساکہ اس پر ظاہر حدیث دلالت کرتی ہے (ت)

اشعۃ اللمعات شیخ محقق میں ہے:

اکثر برآنند کہ مراد نفی عدوٰی و ابطال اوست مطلقاً چنانچہ ظاہر احادیث درآن ست[2]

اکثر اہلِ علم اس نظریہ پر قائم ہیں کہ نفی تعدیہ سے اس کا مطلقاً ابطال مراد ہے جیساکہ ظاہر احادیث اس پر دال ہیں (ت)

اُسی میں ہے:

اعتقاد جاہلیت آں بود کہ بیمارے کہ در پہلوے بیمارے نشیند یا ہمراہ وے بخورد سرایت کند بیماری او بوے گفتہ اند کہ بزعم اطبا ایں سرایت درہفت مرض است جذام وجرب وجدری وحصبہ وبخر و رمد و امراض وبائیہ پس شارع آنرا نفی کرد و ابطال نمود یعنی سرایت نمی باشد بلکہ حق تعالٰی درمطلق ہمچناں کہ اورا بیمار کرد ایں را

اہلِ جاہلیت کا اعتقاد یہ تھا کہ اگر کوئی تندرست آدمی کسی بیمار کے پہلو میں بیٹھے یا اس کے ساتھ کھانے پینے میں شریک ہو تو اس مریض کا مرض تندرست آدمی میں سرایت کرجاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اطباء کے خیال میں متعدی امراض سات ہیں اور وہ یہ ہیں: (۱) کوڑھ (۲) خارش (۳) چیچک (۴) خسرہ (۵) گندہ دہن ہونا (۶) آنکھوں کی بیماری (۷) وبائی امراض (یعنی

---

[1] شرح الزرقانی علی مؤطا امام مالک باب عیادۃ المریض والطیرۃ دارالمعرفۃ بیروت ۴/۳۳۳

[2] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ باب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۶۲۲

تعدیہ کی نفی فرمائی اور اس کا ابطال کیا، پس شارع کی مراد یہ ہے کہ کسی مرض میں سرایت اور تجاوز نہیں (کہ ایک کا مرض بوجہ اختلاط دوسرے کو لگ جاتے) بلکہ قادر مطلق نے جس طرح ایک کو بیمار کیا اسی طرح دوسرے کو بھی بیماری لاحق کر دی۔ (ت)

(نیز کرنے ہیضہ، طاعون وغیرہ) شارع نے ان سب کے

بالجملہ ان پانچوں اقوال پر عدوٰی باطل محض ہے یہی مذہب ہے حضرت افضل الاولیاء الاولین و الآخرین سیدنا صدیق اکبر و حضرت سیدنا فاروق اعظم و حضرت سلمان فارسی و حضرت ام المومنین صدیقہ و حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم اجلہ صحابہ کرام کا، اور اسی کو اختیار فرمایا امام اجل طحاوی سید الحنفیہ و امام یحیٰی بن یحیٰی مالکی و امام عیسٰی بن دینار مالکی و امام ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف مغربی مالکی و امام ابن حجر عسقلانی شافعی و علامہ طاہر حنفی و شیخ محقق عبدالحق محدث حنفی وغیرہم جمہور علمائے کرام رحمہم اللہ تعالٰی نے عمدۃ القاری میں طبری سے ہے:

کان ابن عمر وسلمان رضی اللہ تعالٰی عنہم یصنعان الطعام للمجذومین ویاکلان معھم وعن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا قالت کان مولی لنا اصابہ ذٰلک الداء فکان یاکل فی صحافی ویشرب فی اقداحی وینام علٰی فراشی۔[2]

یعنی عبداللہ بن عمر و سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہم مجذومین کے لئے کھانا تیار فرماتے اور ان کے ساتھ کھاتے اور ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہوا کہ ہمارے ایک غلام آزاد شدہ کو یہ مرض ہوگیا تھا وہ میرے برتنوں میں کھاتا میرے پیالوں میں پیتا میرے بچھونوں پر سوتا۔

زرقانی علی المؤطا میں زیر حدیث انہ اذی (بیشک وہ ایذا ہے۔ ت) فرمایا:

قال یحیٰی بن یحیٰی سمعت ان تفسیرہ فی رجل یکون بہ الجذام فلا ینبغی لہ ان ینزل علی الصحیح یؤذیہ لانہ وان کان لایعدی فالانفس تکرھہ وقد قال

یحیٰی بن یحیٰی نے فرمایا کہ میں نے سنا کہ اس کی تفسیر اس شخص کے بارے میں ہے جس کو مرض جذام ہوجائے تو اسے مناسب نہیں کہ کسی تندرست آدمی کے پاس آئے کہ اسے ایذا ہوگی اس لئے کہ اگرچہ تعدیہ مرض کا اعتقاد

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۶۲۰

[2] عمدۃ القاری شرح بخاری کتاب الطب باب الجذام ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/ ۲۴۷

17

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ اذی یعنی لا للعدوٰی[1]

نہ ہوتے ہوئے بھی نفوس پر ایسی تکلیف وہ حالت کو دیکھنا گراں گزرتا ہے اور بیشک حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ ایذا ہے یعنی اس کا سبب تعدیہ مرض نہیں۔ (ت)

غرض مذہب یہ ہے اور وہ وجوہ تاویل میں اصح واجمع وجہ پنجم،

وھٰھنا ثلثۃ وجوہ اُخر لبعض العلماء **فالسادس** ان الجذام مستثنی من قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاعدوی ان لایعدی شیئ شیئا الا ھذا وعزاہ فی اشعۃ اللمعات الی الکرمانی الشافعی صاحب الکوکب الدراری فی شرح صحیح البخاری **اقول** لم یقلہ بل نقلہ وما رضیہ بل مرضہ فانما حکاہ بقیل کما نقل عنہ فی مجمع البحار بل والشیخ نفسہ فی ماثبت بالسنۃ فما ھٰھنا سبق قلم ثم ھذا القیل لم یعرف لہ قائل ولم یمل الیہ مائل ولایؤیدہ شیئ من الدلائل **والسابع** قال البغوی قیل ان الجذام ذو رائحۃ تسقم من اطال صحبتہ ومؤاکلتہ او مضاجعتہ ولیس من العدوی بل

بعض علماء کے نزدیک یہاں تین اور وجوہ ہیں **چھٹی وجہ** حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد عالی لاعدوٰی سے مرض جذام مستثنٰی ہے یعنی اس مرض کے ماسوا کوئی شے کسی دوسری شے کی طرف تجاوز نہیں کرتی، چنانچہ اشعۃ اللمعات میں شیخ محقق نے علامہ کرمانی شافعی مصنف الکوکب الدراری شرح صحیح بخاری کی طرف اس کو منسوب کیا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) اس نے یہ نہیں کہا بلکہ اس کو نقل کیا ہے لیکن وہ اس پر راضی نہیں ہوا بلکہ اس نے تو صیغہ تمریض یعنی صیغہ ضعف سے اسے ذکر کیا اور لفظ قیل سے اس کی حکایت کی ہے جیسا کہ اس سے مجمع البحار میں نقل کیا گیا ہے بلکہ خود شیخ محقق نے ماثبت بالسنۃ میں اسے نقل کیا ہے لیکن یہاں ان سے سبقت قلم (بھول) ہوگئی پھر اس قیل کا قائل معلوم نہ ہوسکا اور کوئی میلان رکھنے والا اس کی طرف مائل نہ ہوا اور نہ کسی دلیل سے اس کی تائید کی۔ **ساتویں وجہ** امام بغوی نے کہا، کہا گیا ہے کہ جذام بدبودار بیماری ہے جو کوئی ایسے بیمار سے طویل صحبت رکھے اس کے ساتھ

---

[1] شرح الزرقانی علی المؤطا الامام مالک باب عیادۃ المریض والطیرۃ دار المعرفۃ بیروت ۴/۳۳۴

من باب الطب کما یتضرر باکل مایعاف و شم مایکرہ والمقام فی مقام لایوافق ھواہ وکلہ باذن اللہ وما ھم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ نقلہ فی المجمع[1] و عزاہ فی الاشعۃ للامام النووی اقول لعل ھذا ایضا کذالک فان الذی رأیت فی منہاجہ تصویب الوجہ الثامن الاٰتی ولم یعرج علی ذکرہ ناھیک اللہ تعالٰی اعلم وظنی ان الذی فی نسختی الاشعۃ تصحیف من البغوی فان الذی نقلہ ترجمۃ کلام البغوی سواء بسواء غیران البغوی ایضا لم یقل بہ وانما نقلہ بقیل ممرضا ثم اقول لاادری ما التنافی بین بابی العدوی والطب فالطب قائل فی ھذا المرض بالعدوی کما

کھائے پئے اور لیٹے تو یہ بیماری اس کو بھی لاحق ہوجاتی ہے اور یہ عدوٰی میں سے نہیں بلکہ باب طب سے ہے جیسے گھن والی ناپسندیدہ چیز کھانے سے نقصان اور ضرر ہوتا ہے اور اسی طرح ناگوار چیز سُونگھنے سے اور ناموافق ہوا والی جگہ (یعنی آلودگی والی فضا) میں ٹھہرنے سے ضرر ہوتا ہے (بس یہاں بھی یہی وجہ مراد ہے) اور درحقیقت یہ سب کچھ باذنِ الٰہی ہوتا ہے (چنانچہ) وہ اس سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر اللہ تعالٰی کے اذن و مشیت سے۔ چنانچہ مجمع البحار میں اس کو نقل کیا ہے اور شیخ محقق نے اشعۃ اللمعات میں اس کو امام نووی کی طرف منسوب کیا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) شاید یہ بھی اسی طرح ہے کیونکہ میں نے جو کچھ امام نووی کی منہاج میں دیکھا ہے وہ آنیوالی آٹھویں وجہ کی تصویب ہے اور اس کے ذکر پر اس نے عروج یعنی موافقت نہیں کی اور حقیقت حال کو اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ اشعۃ اللمعات کا جو نسخہ میرے پاس ہے میرا خیال ہے کہ اس میں بغوی کی عبارت میں تبدیلی ہوگئی ہے کیونکہ شیخ نے بغوی کے کلام کا ہُوبہو ترجمہ نقل کیا ہے، اس کے باوجود بغوی نے بھی یہ نہیں کہا بلکہ اس نے کلمۂ تمریض کے ساتھ اسے نقل کیا ہے ثم **اقول** (پھر میں کہتا ہُوں) میں یہ نہیں جانتا کہ عدوٰی اور طب کے

---

[1] مجمع بحار الانوار تحت لفظ عدا مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۳/۵۴۴

نقل التورپشتی والطیبی والقاری
والزرقانی والشیخ المحقق وغیرهم
ان العدوی بزعم الطب
فی سبع کما تقدم عن الشیخ
ویستوی فی ذلک کونها الکیفیة
فیه اوالخاصیة فان کلا
الفصلین من مسائل الطب
ولیس ان العدوی انما تکون
اذا کانت لا بسبب یعقل والقائلون
بها انما یعتقدون الاعداء و
لا نظر لهم الی انه بالکیفیة
او بالخاصیة فمن قال بالاعداء ولو لرائحته فقد قال
بالعدوی والثامن ان
النفی اعداء المرض من
دون اذن الله تعالٰی کما زعمه
اهل الجاهلیة اما الاعداء
عادة باذن الله تعالٰی فثابت
ولذا امر بالفرار ونهی عن
ایراد الممرض ولا اعلمه
اعنی اثبات العدوی العادیة
ثابتا عن الصحابة رضی
الله تعالٰی عنهم الا ما یفیده
کلام الامام الطحاوی
رحمه الله تعالٰی فیما
تقدم من انکار ابی هریرة

باب میں کیا منافات اور تضاد ہے کیونکہ طب اس
مرض میں تعدیہ کی قائل ہے جیسا کہ تورپشتی، طیبی،
ملا علی قاری، زرقانی اور شیخ محقق اور انکے علاوہ
دوسروں نے کہا ہے کہ اطبا کے خیال میں تعدیہ مرض
سات قسم کی امراض میں ہوتا ہے جیسا کہ شیخ کے حوالہ
سے پہلے مذکور رہا۔ تعدیہ مرض خواہ کسی کیفیت سے ہو
یا کسی خاصیت سے، اس میں دونوں برابر اور مساوی
ہیں کیونکہ دونوں فصلیں طب کے مسائل میں سے ہیں،
اور یُوں نہیں کہ عدوٰی بغیر کسی معقول سبب کے ہو جائے
اس لئے کہ جو لوگ تعدیہ امراض کے قائل ہیں وہ تعدیہ
پر اعتقاد رکھتے ہیں باوجودیکہ وہ اس پر نگاہ نہیں رکھتے
کہ وہ کس کیفیت سے ہوا ہے یا کس خاصیت سے،
لہذا جو شخص تجاوزِ مرض کا قائل ہو خواہ بدبو ہی کے
سبب سے کیوں نہ ہو وہ درحقیقت تعدیہ مرض کا
قائل ہے۔ آٹھویں وجہ تعدیہ مرض کی نفی اس صورت
میں ہے کہ اسے اللہ تعالٰی کے اذن اور ارادہ کے
بغیر تسلیم کیا جائے جیسا کہ دورِ جاہلیت والوں کا خیال
اور زعم تھا، لیکن اگر اللہ تعالٰی کے اذن اور ارادہ
سے عادتاً مانا جائے (تو پھر خلافِ شریعت نہ ہونے
کی وجہ سے) ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے
بھاگنے کا حکم دیا گیا اور اس مرض کے مریض کو تندرست
آدمی کے پاس جانے سے منع کیا گیا ہے۔ اور میں
نہیں جانتا کہ عدوٰی عادیہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم
سے ثابت ہے۔ ہاں مگر امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا
گزشتہ کلام اس بات کو تقویت پہنچاتا ہے کہ

رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث لاعدوٰی واقامتہ علٰی روایۃ لایوردن ان ذٰلك كان ظنہ التضاد بینھما اقول لیس لمثلی الکلام مع مثل الامام رحمہ اللہ لکن الذی یعرفہ قاصر مثلی ان انکار الروایۃ لاینحصر فی ظن التضاد بل نسی عنہ سمعہ من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فما وسعہ الا انکارہ حتی لو فرض مودی الحدیثین واحدا من کل جھۃ وانما الالفاظ غیر الالفاظ ونسی سماع احدھما وقیل لہ رویت ھذا الحدیث ھٰکذا لم یسعہ الا الاباء، نعم ھو مذھب الامام المطلبی محمد بن ادریس الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال المناوی فی فیض القدیر (اتقوا المجذوم) ای اجتنبوا مخالطتہ فانہ یعدی المعاشر کما جزم بہ الشافعی فی موضع وحکاہ عن الاطباء

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس حدیث لاعدوٰی کا انکار کیا تھا اور لایوردن والی حدیث کو اس کے مقابل پیش کیا تھا درحقیقت وہ اپنے گمان کے مطابق ان دونوں کے درمیان تضاد سمجھتے تھے،

اقول (میں کہتا ہوں کہ) مجھ جیسے ناقص شخص کے لئے امام رحمہ اللہ تعالٰی جیسی بلندپایہ شخصیت کے ساتھ ہمکلام ہونا زیب نہیں دیتا سوائے اس کے جو اسے پہچانتا ہے، مجھ جیسے تو اس کی معرفت سے قاصر ہیں البتہ کسی روایت سے انکار کرنا تضاد کے گمان پر منحصر نہیں بلکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اس حدیث کا سماع رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بھول گئے، اس لئے ان کے لئے سوائے انکار کے کوئی گنجائش نہ رہی لیکن اگر یہ فرض کرلیا جاتا کہ ہرجہت سے دونوں کا مفہوم (مودّی) ایک ہے البتہ دونوں کے الفاظ مغایر اور الگ الگ ہیں اور جبکہ وہ ایک کا سماع بھول گئے، چنانچہ ان سے کہا گیا آپ نے اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے تو انھیں سوائے انکار کے کوئی اور گنجائش نہ رہی۔ ہاں وہ امام مطلبی محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے، چنانچہ علامہ مناوی نے فیض القدیر (شرح جامع صغیر) میں فرمایا حدیث "جذامی سے بچو اور پرہیز کرو" یعنی اس کے میل جول اور اختلاط سے اجتناب کرو اس لئے میل ملاپ کرنے والے میں مرض سرایت کرتا ہے، جیسا کہ امام شافعی نے ایک جگہ اس پر اظہار یقین کیا

والمجربين فی اخر و نقله غيرہ من افاضل الاطباء[1] اھ،

اقول وطریقته رضی اللہ تعالٰی عنه فی امثال المقام معروفة من الاعتماد علی التجارب حتی قال بالقیافة وجعلها حجة فی الاحکام الشرعیة وحکایاته رضی اللہ تعالٰی عنه فیها مشهورة فی مقاصد السخاوی وغیرها ماثورة وتبعه علیه احد شیخی مذهبه الامام ابوزکریا النووی ومن قبله الامام ابوعمرو بن الصلاح ومن بعدهما الکرمانی والطیبی وکذا ابن الاثیر فیما ذکر القاری وکذا السخاوی علی شبهته فی عبارة الموجودة فی نسختی المقاصد ووافقهم من علمائنا التورپشتی والقاری کما وافقنا من ائمتهم العسقلانی واضطرب ظاهرا کلام المناوی فقال تحت حدیث اتقوا المجذوم

اور ایک دوسری جگہ اطباء اور تجربہ کار لوگوں سے اس کی حکایت بیان فرمائی، اور دیگر اہل علم نے طب کے فاضلوں سے اسے نقل کیا ہے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا طریقہ کار اور دستور اس نوع کے مقامات میں مشہور ومعروف ہے کہ مختلف تجربوں پر اعتماد ہے یہاں تک کہ موصوف نے قیافہ شناسی اور اسے احکامِ شریعت میں حجت قرار دینے کا قول پیش کیا ہے اور اس سلسلے میں موصوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کے واقعات وحکایات مشہور ہیں چنانچہ مقاصد حسنہ میں امام سخاوی اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کی کتابوں میں منقول ہیں ان کے مذہب والوں میں سے ایک شیخ ابوزکریا نووی نے اس سلسلے میں ان کا اتباع کیا ہے اور ان سے پہلے امام ابوعمرو بن صلاح اور ان دونوں کے بعد کرمانی، طیبی اور اسی طرح ابن اثیر جیسا کہ ملا علی قاری نے ذکر فرمایا ہے اور اسی طرح امام سخاوی نے ذکر کیا مگر میرے پاس مقاصد حسنہ کا جو نسخہ ہے اس کی موجودہ عبارت میں کچھ اشتباہ پایا جاتا ہے اور ہمارے علماء میں سے ان کی موافقت تورپشتی اور ملا علی قاری نے کی جیسا کہ ان کے ائمہ میں سے ہماری موافقت علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمائی، بظاہر علامہ مناوی کا کلام مضطرب (ناقابل اعتماد) ہے چنانچہ اس حدیث "جذامی سے بچو" کے ذیل میں کہا

---

[1] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر حدیث ۱۴۱ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۳۷

ماقال قال ولاینا قضہ خبر لاعدوی
لانہ نفی لاعتقاد الجاھلیۃ
نسبۃ الفعل لغیر اللہ تعالی الخ[1] وقال
تحت حدیث کلم المجذوم، لئلا
یعارضک جذامہ فتظن انہ اعداک
مع ان ذٰلک لایکون الا بتقدیر اللہ
تعالٰی وھذا خطاب لمن ضعف
یقینہ ووقف نظرہ عند الاسباب[2] اھ
ففی ھٰذا نوع میل الی ماعلیہ
الجمھور، ووقع نحوہ للعلامۃ
الزرقانی فی شرح المؤطا فی موضع
واحد فقال تحت قولہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم لایحل الممرض
علی المصح، فربما یصاب
بذٰلک فیقول لوانی ما احللتہ
لم یصبہ والواقع انہ لولم یحلہ
لاصابہ لان اللہ تعالٰی قدرہ
فنھی عنہ لھٰذہ العلۃ التی
لایؤمن غالبا من وقوعھا
فی طبع الانسان وھو
قولہ صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم فر من
المجذوم فرارک من

جو کچھ کہا۔ پھر فرمایا کہ یہ حدیث "لاعدوی" کے
منافی نہیں اس لئے کہ اس میں اعتقادِ جاہلیت
کی نفی ہے کیونکہ اس میں غیر اللہ کی طرف فعل کی
نسبت ہے الخ اور حدیث "کلم المجذوم" یعنی
"مجذوم کے ساتھ دور سے کلام کرو" کے ذیل میں فرمایا
ایسا نہ ہو کہ کہیں تجھے مرضِ جذام لگ جائے اور تو
یہ سمجھنے لگے کہ مریض کی بیماری اڑ کر تمھیں لگ گئی حالانکہ
تقدیرِ الٰہی کے بغیر اس طرح نہیں ہوسکتا۔ اور یہ
اس کو خطاب ہے جو یقین میں کمزور ہو، اور اس کی
نظر صرف ظاہری اسباب پر ہی ٹھہرتی ہو اھ، اس میں
جمہور کے مذہب کی طرف ایک طرح میلان پایا جاتا
ہے، اور اسی نوع کا وقوع علامہ زرقانی سے
شرح مؤطا میں ایک جگہ ہوا ہے چنانچہ علامہ موصوف
نے حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے اس
ارشاد "کوئی مریض کسی تندرست آدمی کے پاس
نہ جائے" اس لئے کہ اگر اسے مرض لگ جاتا ہے
تو پھر وہ مریض یوں کہنے لگتا ہے کہ کاش میں اسکے
پاس نہ جاتا یا اس سے نہ ملتا تو مجھے یہ مرض نہ لگتا'
حالانکہ فی الواقع اگر یہ مریض کے پاس نہ جاتا تب
بھی اس کو یہ مرض لگ جاتا کیونکہ اللہ تعالٰی نے
اس کے مقدر میں ایسا لکھ دیا تھا پس اس علت
کی وجہ سے اسے روک دیا گیا کیونکہ طبیعت انسانی
غالباً اس کے وقوع سے لاپروا اور بے فکر نہیں

[1] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۱۴۱ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۲۰
[2] " " " " " " ۶۳۸۰ " " " ۵/۴۱

الاسد وان کنا نعتقد ان الجذام لایعدی لکنا نجد فی انفسنا نفرۃ وکراھیۃ لمخالطتہ[1] اھ فھذا اصریح فی وفاق الجمھور ثم قال اما النھی عن ایراد الممرض فی باب اجتناب الاسباب التی خلقھا اللہ وجعلھا اسبابا للھلاك او الاذی والعبد مامور باتقاء اسباب البلاء اذا کان فی عافیۃ منھا و فی حدیث مرسل عند ابی داؤد انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مر بحائط مائل فقال اخاف موت الفوات[2] اھ ففیہ میل ما الی القول الاٰخر بل کان جزما بہ لولا قولہ "او الاذی" ثم عاد فقال تحت قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ اذی ای یتاذی بہ لا انہ یعدی[3]

ہوسکتی۔ اور حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد "جذامی سے تم اس طرح بھاگو جیسے بوقتِ خوف شیر سے بھاگتے ہو" کا یہی مفہوم ہے، اگرچہ ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مرض جذام متعدی نہیں ہوتا لیکن اپنے دلوں میں جذامی سے میل جول رکھنے سے نفرت اور کراہت پاتے ہیں اھ اور یہ صراحۃً مذہب جمہور سے اتفاق ہے۔ پھر فرمایا لیکن مریض کے پاس جانے سے ممانعت کرنا ان اسباب سے بچنے کے باب سے ہے جنھیں اللہ تعالٰی نے پیدا فرمایا اور انھیں ہلاکت اور تباہی کے اسباب بنایا یا ممانعت ایذارسانی کے باعث ہے اور بندہ کو اسباب بلا سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ وہ ان سے بچ سکے، چنانچہ ابوداؤد کی ایک مرسل (بلاسند) روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ایک مائل بانہدام (جھکی ہوئی) دیوار کے قریب سے گزرے تو ارشاد فرمایا میں موت فوات سے ڈرتا ہوں اھ پس اس میں دوسرے قول کی طرف تھوڑا سا میلان ہے بلکہ اس پر اظہار یقین ہے بشرطیکہ او الاذی کا قول متصل نہ ہوتا، پھر سابق کلام کی طرف رجوع کرتے ہوئے حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد انہ اذی (وہ ایذا ہے) کے ذیل میں فرمایا یعنی اذیت ہوگی (مریض اور تندرست کے لئے)

[1] شرح الزرقانی علی موطا امام مالک باب عیادۃ المریض والطیرۃ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۳۳۳
[2] " " " " " " " " ۴/ ۳۴-۳۳۳
[3] " " " " " " " " ۴/ ۳۳۳

ثم نقل عن یحیی بن یحیی ماقدمناہ وقد اذناك ان المائلین الی ھذا القول کالتورپشتی والطیبی والقاری قد اعترفوا جمیعا کنص الشیخ المحقق والزرقانی ان ابطال العدوی راسا ھوالذی علیه الاکثرون **اقول** وارجوان لاینکر علیه بما قال الامام النووی فی شرح مسلم قال جمهور العلماء یجب الجمع بین ھذین الحدیثین وھما صحیحان قالوا وطریق الجمع ان حدیث لاعدوی المراد به نفی ماکانت علیه الجاھلیة تزعمه وتعتقدہ ان المرض والعاھة تعدی بطبعها لابفعل اللّٰه تعالٰی واما حدیث لایورد ممرض علی مصح فارشد فیه الی مجانبة مایحصل الضرر عندہ فی العادة بفعل اللّٰه تعالٰی وقدرته قال فهذا الذی ذکرناہ من تصحیح الحدیثین والجمع بینهما ھوالصواب الذی علیه جمهور العلماء ویتعین المصیر الیه[1] اھ فقد یکون المعزو الی جمهور

نہ کہ مرض میں تجاوز ہے۔ پھر انھوں نے یحیٰی بن یحیٰی سے وہی نقل کیا جو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں اور بلاشبہہ ہم نے تمھیں آگاہ کردیا ہے کہ جو لوگ اس قول کی طرف مائل ہیں جیسے تورپشتی، طیبی اور ملّا علی قاری شیخ محقق اور زرقانی کی تصریح کی طرح وہ سب اس بات کے معترف ہیں کہ بالکلیہ تعدیہ مرض کے ابطال کا موقف زیادہ تر اہل علم رکھتے ہیں۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) میں اُمید رکھتا ہوں کہ جو کچھ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا اس کا انکار نہیں کیا جائے گا (اور وہ یہ ہے) جمہور علماء نے فرمایا ان دو حدیثوں کو جمع کرنا ضروری ہے اور وہ دونوں صحیح ہیں، جمہور فرماتے ہیں دونوں کو جمع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ حدیث "لاعدوٰی" سے اس چیز کی نفی مراد ہے کہ جس پر اہلِ جاہلیت قائم تھے چنانچہ وہ گمان اور اعتقاد رکھتے تھے کہ مرض اور آفت اپنی طبعی حالت سے تجاوز کرتے ہیں نہ کہ اللہ تعالٰی کی کارکردگی سے۔ (رہی حدیث کہ "مریض تندرست کے پاس نہ جائے" اس میں اس چیز سے بچنے کی راہنمائی فرمائی ہے کہ جس سے بطور عادت اللہ تعالٰی کے فضل اور قضاء و قدر سے ضرر حاصل ہوتا ہے۔ امام نووی نے فرمایا یہ وہی ہے جس کو ہم نے بیان کیا ہے (یعنی) دو حدیثوں کی تصحیح اور ان دونوں کو جمع کرنا یہی وہ راہِ صواب ہے کہ جس پر جمہور علماء قائم ہیں اور اسکی طرف رجوع کرنا متعین ہے اھ لہذا جمہور علماء کی

[1] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب السلام باب لاعدوٰی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۰

العلماء وجوب الجمع وتصحيح الحديثين
لا خصوص هذا الجمع وربما يشير
اليه انه بعد ذكر هذا الجمع لم يقل
ان هذا الذي ذكرناه هو الصواب
الذي عليه الجمهور بل فسر المذكور
بقوله من تصحيح الحديثين والجمع
بينهما ولو اراد خصوص الجمع لم تكن
حاجة الى التفسير اصلا لكون الاشارة
متصلة بذلك الجمع من دون
فصل فضلا عن يفسره بالاعم
وحينئذ يكون قوله هذا احترازا
عن الوجهين الاولين الذين
قدمناهما ان احد الحديثين غير ثابت
او منسوخ فيكون مثل ما نقل هو فيما
بعد عن الامام القاضي عياض
انه قال وقد ذهب عمر رضي الله تعالى
عنه وغيره من السلف الى الاكل
معه وراوا ان الامر باجتنابه منسوخ
والصحيح الذي قاله الاكثرون
ويتعين المصير اليه انه
لا نسخ بل يجب الجمع
بين الحديثين وحمل الامر
باجتنابه والفرار منه
على الاستحباب والاحتياط
لا للوجوب واما الاكل

طرف دو چیزیں منسوب ہیں ایک وجوب جمع اور دوسری
چیز دو حدیثوں کی تصحیح نہ کہ اس جمع کا خصوص۔ کبھی اسکی
طرف اشارہ یہ چیز کرتی ہے کہ اس جمع کے ذکر کرنے کے
بعد یہ نہیں فرمایا کہ جس کو ہم نے ذکر کیا ہے وہی صواب
ہے کہ جس پر جمہور اہل علم قائم ہیں بلکہ مذکور کی اپنے
قول "دو حدیثوں کی تصحیح اور انھیں جمع کرنے" سے تفسیر
فرمائی۔ لہذا اگر خصوص جمع کا ارادہ کرتے تو اس تفسیر
کی بالکل ضرورت اور حاجت نہ تھی اس لئے کہ
اشارہ اس جمع سے پیوستہ یا وابستہ تھا نہ کہ الگ و
جدا، چہ جائیکہ اس اعم سے اس کی تفسیر کرتے پھر
اس صورت میں موصوف کا قول "ھذا" پہلی
دو وجوہات سے جن کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں احتراز
ہے، ایک یہ کہ دونوں حدیثوں میں سے ایک ثابت
نہیں یا وہ منسوخ ہے پھر یہ کلام اسی جیسا ہوگا
کہ جس کو اس کے بعد امام قاضی عیاض سے
نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا حضرت عمر فاروق
رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور دوسرے اسلاف مریض کے
ساتھ کھانا کھانے کے جواز کی طرف گئے ہیں اور
اس سے مراد یہ ہے کہ "امر بالاجتناب"
(ان سے الگ رہنے کا حکم) منسوخ ہے پس
صحیح وہی ہے جو اکثر اہل علم نے فرمایا لہذا اسی
کی طرف رجوع متعین ہے کہ یہاں کوئی نسخ نہیں
بلکہ دو حدیثوں کو جمع کرنا واجب (ضروری) ہے،
لہذا ان سے الگ اور کنارہ کش رہنے کا امر اور
ان سے بھاگنے کا حکم استحبابی اور احتیاطی ہے

معہ ففعلہ لبیان الجواز[1] اھ، واذن یکون قولہ قالوا وطریق الجمع الخ علی ماھو المتعارف بین العلماء من نقل اقوال جمع بلفظۃ قالوا الا ان مرجعہ جمہور العلماء کیلا یخالف نقل الاکثرین عن الاکثرین منہم التوربشتی والقاری انفسہما واللہ تعالٰی اعلم، ثم من الحجۃ لنا علیہم اوّلاً ظاہر الاحادیث المتواترۃ کما اعترفوا بہ ولا معدل عن ظاہر الا بدلیل واین الدلیل وثانیاً ماقدمنا عن الامام الطحاوی ان لوکان ذلک من اسباب الہلاک العادیۃ لم یفعلہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا الخلفاء الراشدون ولا امر بالاکل معہم تواضعا وایمانا فان مجانبتہ حینئذ ماموربہ شرعا لقولہ تعالٰی ولا تقتلوا انفسکم[2] وقولہ تعالٰی ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ[3] وکان کالجدار المائل

وجوبی نہیں۔ رہا یہ کہ ان کے ساتھ کھانا پینا، تو ایسا کرنا بیانِ جواز کے لئے ہے اھ پھر تو موصوف کا قول قالوا وطریق الجمع الخ اس پر مبنی ہے کہ جو علماء کے درمیان متعارف ہے کہ وہ ایک جماعت کے اقوال کو لفظ قالوا سے نقل کرتے ہیں ہاں مگر اس کا مرجع جمہور علماء ہیں تاکہ اکثر کی نقل اکثر کے مخالف نہ ہو، ان میں خود توربشتی اور ملا علی قاری شامل ہیں اور اللہ تعالٰی ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے۔ پھر ہماری دلیل ان کے خلاف متعدد وجوہ سے ہے **اوّل** متواتر حدیثوں کے ظاہر کی دلالت، جیسا کہ خود مخالفین کو اس بات کا اعتراف ہے، اور ظاہر ہے بغیر دلیل عدول نہیں ہوسکتا اور یہاں دلیل کہاں، **دوم** ہم امام طحاوی کے حوالہ سے پہلے نقل کرچکے ہیں اگر وہ "اختلاط مرض" ہلاکت عادیہ کے اسباب میں سے ہوتا تو حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور خلفاء راشدین ہرگز ایسا نہ کرتے (اقدام اختلاط) اور نہ ان کے ساتھ (یعنی مریضوں کے ساتھ) بربنائے تواضع اور ایمان کھانے پینے کا حکم فرماتے کیونکہ پھر تو ان سے علیحدگی اور کنارہ کشی شرعاً مامور بہ ہے اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی وجہ سے "اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو" یا "اپنے آپ کو

---

[1] شرح مسلم للنووی بحوالہ قاضی عیاض باب السلام باب لاعدوی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۳-۲۳۴
[2] القرآن الکریم ۴/۲۹
[3] القرآن الکریم ۲/۱۹۵

والسفينة المكسورة وقد اعترف
به هؤلاء المثبتون للعدوى
كما ستقف أقول وليس من
التوكل المعارضة مع الاسباب
والهجوم على ما جرت العادة
بافضائه الى التباب ولا يحل
لاحد ان يلقى نفسه من فوق
جبل توكلا على ربه عز وجل
وايقانا بانه لا يضره ان لم يشاء
وقد حكى ان الشيطان سال ذلك
سيدنا عيسى كلمة الله على نبينا
الكريم وعليه الصلوٰة
والتسليم فقال لا اختبر
ربي ونصوا بممانعة ركوب
البحر عند هيجانه وبه
ظهر الجواب عن حمل
مثبتي العدوى حديث
كل ثقة بالله وامثاله
على التوكل ومتاركة
الاسباب وقد ذكر من
فعل الصديق الاكبر
والفاروق الاعظم ومبالغتهما
في ذلك ما يرشدك انه
نص في رد ما ذهبوا
اليه ولنذكر ههنا

مت قتل کرو" اور یہ گرنے والی دیوار اور ٹوٹی ہوئی
کشتی کی طرح ہوگا، اور اثبات تعدیہ کرنے والے
حضرات بھی اس کے قائل اور معترف ہیں جیسا کہ
عنقریب آپ آگاہ اور واقف ہو جائیں گے،
اقول (میں کہتا ہوں) یہ توکل نہیں کہ اسباب کے
ساتھ معارضہ (مقابلہ) کیا جائے۔ اور جو چیز تباہی
ہلاکت تک لے جائے بے سوچے اس میں پڑ جانا
ہرگز جائز نہیں، نیز کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ
اپنے آپ کو پہاڑ کے اُوپر سے گرائے، اللہ تعالٰے
پر توکل کا نام لیتے ہوئے اور اس یقین و بھروسے
کے ساتھ کہ اگر اللہ تعالٰے نہ چاہے تو کوئی چیز
نقصان نہیں دے سکتی ایسا کرنا جائز نہیں چنانچہ
حکایت بیان کی گئی ہے کہ سیدنا حضرت عیسٰے
کلمۃ اللہ علیہ وعلٰی نبینا الصلوٰۃ والسلام سے یہی
سوال شیطان نے کیا تھا تو آپ نے جواب
میں فرمایا کہ میں اپنے پروردگار کا امتحان نہیں کرتا
اور اسے نہیں آزماتا۔ اہل علم نے صراحت فرمائی
کہ سمندر میں جوش اور طوفان آنے کے وقت بحری سفر
نہ کیا جائے، اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ قائلین
بالتعدیہ حدیث کل ثقۃ باللہ اور اس جیسی دوسری
حدیثوں کو علِ توکل اور ترکِ اسباب پر محمول کرتے
ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ اور
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فعل
سے یہ بیان کیا گیا اور اس باب میں ان دونوں کے
مبالغہ کرنے میں تمہارے لئے ایسی راہنمائی ہے

کلام العلامۃ علی القاری علیہ رحمۃ الباری فانہ جمع ماأتی بہ المثبتون و زاد و نذکر فی خلالہ ما فتح اللہ تعالٰی علینا من وجوہ اختلالہ قال رحمہ اللہ تعالٰی قد^عہ^ اختلف العلماء فی التاویل فمنہم من یقول المراد منہ نفی ذٰلک وابطالہ علی ما یدل علیہ ظاہر الحدیث وہم الاکثرون ومنہم من یری انہ لم یرد ابطالہا فقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فر من المجذوم فرارک من الاسد[1] اقول ارادۃ الابطال ہو الظاہر کما اقر بہ وما ذکر لا یصلح صارفا لہ لما علمت من وجوہ التاویل، قال وقال صلی اللہ تعالٰی

جو ان لوگوں کے مذہب کے رَد کرنے کے لئے (واضح) نص ہے۔ ہمیں یہاں مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا کلام ذکر کرنا چاہئے کیونکہ اہلِ اثبات جو کچھ لائے ہیں اس سب کو مع اضافہ انھوں نے یکجا کیا ہے اور ان کی خلل پذیر وجوہات کے بارے میں جو اللہ تعالٰی نے ہم پر منکشف فرمائیں اس دوران ہم ان کا بھی ذکر کریں گے۔ چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا اہلِ علم کا اس مسئلہ کی تاویل میں اختلاف ہے ان میں بعض وُہ ہیں جو فرماتے ہیں اس سے نفی اور اس کا ابطال مراد ہے اس بنا پر کہ ظاہر حدیث اس پر دلالت کرتی ہے اور وُہ اہل علم اکثر یعنی دکثیر تعداد میں ہیں اور کچھ دوسرے وہ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ بطلان (تعدیہ) مراد نہیں کیونکہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جذامی سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو"۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) ارادہ ابطال ہی ظاہر ہے جیسا کہ خود موصوف نے اس کا اقرار کیا اور جو کچھ (اس کے خلاف) ذکر کیا گیا وہ اس کے لئے دافع نہیں جیسا کہ وجوہِ تاویل سے تمہیں معلوم ہوگیا، علامہ موصوف

عہ ھذا کلہ کلام التورپشتی سوی مازاد من شرح المنحۃ ۱۲ منہ۔

یہ سب تورپشتی کا کلام ہے ماسوائے اس چیز کے جو شرح المنحہ سے زائد کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۴۳

علیہ وسلم لایوردن ذوعاھۃ علی مصح[1] اقول ھذا اضعف وابعد بعد ماروینا عن المؤطا انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما نفی العدوی ونھی عن ایراد الممرض قالوا وماذاک قال وانما اراد بذلک نفی ماکان یعتقدہ اصحاب الطبیعۃ فانھم کانوا یرون العلل المعدیۃ موثرۃ لامحالۃ فاعلمھم ان لیس الامر علی مایتوھمون بل ھو معلق بالمشیۃ ان شاء کان وان لم یشاء لم یکن۔ اقول کل شیئ کذلک وجمیع الاسباب متساویۃ الاقدام فی ذلک ولم یات الشرع بنفی الاسباب بل اثبتھا وارشد الی نفی تاثیرھا واعتقاد اصحاب الطبیعۃ فی العین لیس بادون من اعتقادھم فی العدوی ثم لم یات الشرع بنفیھا بل قال العین حق[2] قال ویشیر الی ھذا المعنی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فمن اعدی الاول"

نے فرمایا حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آفت ومصیبت والے کسی تندرست کے پاس نہ جائیں۔ اقول (میں کہتا ہوں) یہ زیادہ ضعیف اور زیادہ بعید ہے بعد اس کے کہ ہم نے موطا کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب تعدیہ مرض کی نفی فرمائی اور لوگوں کو مریض کے پاس جانے سے منع فرمایا تو لوگوں نے استفسار کیا کہ یہ کیوں۔

موصوف نے فرمایا کہ اس سے آپ کا ارادہ نفی کرنے کا تھا جس کا ارباب طبیعت اعتقاد رکھتے ہیں کیونکہ وہ بلاشبہہ علل متعدیہ کو مؤثر سمجھتے تھے اس لئے آپ نے ان لوگوں کو اس بات پر آگاہ فرمایا کہ وہ معاملہ جس کا انھیں وہم ہے وہ اللہ تعالٰی کی مشیت سے معلق ہے اگر وہ چاہے تو مرض لاحق ہوگا نہ چاہے تو نہیں ہوگا اقول (میں کہتا ہوں) ہر شے اسی طرح ہے اور تمام اسباب اس میں متساوی اقدام ہیں اور شریعت نے اسباب کی نفی نہیں کی بلکہ انھیں ثابت کیا ہے اور اُن کی نفی تاثیر کی راہنمائی فرمائی ہے اور نظر بد میں اصحاب طبیعت کا اعتقاد اس سے کم نہیں جتنا تعدیہ مرض میں ہے۔ اور شریعت نے اس کی نفی بھی نہیں فرمائی بلکہ فرمایا: نظر حق ہے۔ علامہ موصوف نے فرمایا اور اسی معنی کی طرف حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد فمن اعدی الاول

---

[1] و [2] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۴۳

ای ان کنتم ترون ان السبب فی ذلک العدوی لاغیر فمن اعدی الاول،

اقول اولاً بون بیّن بین ان یعتقدوا العلل موثرۃ فی العدوی وان یعتقدوا العدوی ھی الموثرۃ وحدھا والثابت عنھم ذلک لاھذا وقد وقع مثل ھذا للمناوی فی التیسیر فقال ھو من الاجوبۃ المسکتۃ اذ لو جلبت الادواء بعضھا بعضا لزم فقد الداء الاول لفقد الجالب[2] اھ وانت تعلم انہ غیر لازم اصلا مالم یقولوا بالسبب عند سلب الجلب ولیس ھذا زعمھم ولا لازم زعمھم والرجیح الفصیح فی تفسیر الحدیث ماقدمت والیہ جنح الامام الطحاوی کما علمت ذکرہ بلسان المتکلم الامام العینی فی شرح البخاری فقال ای من اجرب البعیر الاول یعنی من سری الیہ الجرب فان قلت من بعیر اٰخر یلزم التسلسل

یعنی پہلے آدمی تک کس سے مرض پہنچا یعنی اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس میں سبب مرض تعدیہ ہے تو پہلے مریض تک کیسے تعدیہ ہوا، اقول اولاً (میں اولاً کہتا ہوں) دونوں میں فرق ظاہر اور واضح ہے وہ یہ کہ تعدیہ میں علل کے موثر ہونے کا اعتقاد رکھیں اور صرف تعدیہ ہی کو موثر سمجھیں، پس ان سے پہلی شق ثابت ہے نہ کہ دوسری۔ اسی کی مثل علامہ مناوی سے تیسیر میں مذکور ہوا ہے، چنانچہ انھوں نے فرمایا کہ یہ مسکت جوابات میں سے ہے اس لئے کہ اگر امراض میں ایک دوسرے سے کشید ہو تو پھر پہلے مریض کا مرض مفقود ہو جانا چاہئے اس لئے کہ اس کے لئے کوئی جالب نہیں اھ تم جانتے ہو کہ یہ قطعاً لازم نہیں آتا جب تک وہ سلب جلب کے علاوہ کسی سبب کا قول نہ کریں حالانکہ ان کا یہ خیال (زعم) نہیں اور نہ ان کے زعم سے یہ لازم آتا ہے لہذا صحیح، راجح قول وہی ہے جو میں نے پہلے بیان کردیا ہے اور امام طحاوی اسی طرف مائل ہیں جیسا کہ آپ جانتے ہیں، امام عینی نے شرح بخاری میں متکلم کی زبان میں ذکر کیا ہے، چنانچہ فرمایا یعنی پہلے اونٹ کو کس طرح خارش ہوئی، اگر تم کہو کہ دوسرے اونٹ سے، تو تسلسل لازم آئے گا، اگر تم کہو کہ کسی دوسرے سبب سے مرض منتقل ہوا تو اس کا بیان تمہارے

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال الطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/۳۴۳

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث فمن اعدی الاول مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/۱۷۳

وان قلت بسبب أخر فعلیك بیانه
وان قلت ان الذی فعله فی الاول
هو الذی فعله فی الثانی ثبت
المدعی وهو ان الذی فعل
فی الجمیع ذلك هو الله الخالق
القادر علی کل شیء وهذا جواب
من النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی
غایة البلاغة والرشاقة اھ[1] اقول کل کلامه
صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کذلك کیف
وقد اوتی جوامع الکلم ولاحاجة فی
تغسیر الی ماذکرتم من الشق الثانی
فانه اذا اعترف انه لیس بالعدوی
بل بسبب اٰخر فقد انقطع لثبوت ان
للمرض سببا اٰخر فلیکن الثانی ایضا
بذلك السبب فلم تثبت العدوی
لعدم الدلیل علی الدعوی
واقول ثانیا علی کل
فای اشارة فی من
اعدی الاول الی اثبات
العدوی عادة لاتاثیرا
قال وبین بقوله فرمن
المجذوم وبقوله لایوردن
ذوعاهة علی مصح ان

ذمے ہے، اگر تم یہ کہو کہ جس نے پہلے کو مرض لگایا
اسی نے دوسرے کو بھی مرض میں مبتلا کیا، تو پھر اس
صورت میں ہمارا دعوٰی ثابت ہوگا۔ اور وہ یہ ہے
کہ جو سب میں یہ کچھ کرتا ہے وہی اللہ تعالیٰ ہے
جو خالق ہے ہر چیز پر قادر ہے۔ حضور صلی اللہ
تعالےٰ علیہ وسلم سے یہ جواب انتہائی درجہ
بلیغ اور خوب صورت انداز میں سُنا گیا اھ
اقول (میں کہتا ہوں) حضور صلے اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کا ہر کلام اسی طرح فصیح و بلیغ
اور جامع ہے اور یہ کیونکر نہ ہو جبکہ آپ کو جوامع الکلم
یعنی جامع کلمات سے نوازا گیا۔ اور تفسیر
میں تمہاری بیان کردہ دوسری شق کی کوئی ضرورت
اور حاجت نہیں کیونکہ جب اعتراف ہوگیا کہ
یہ اثر عدوٰی سے نہیں بلکہ کسی دوسرے سبب
سے ہے تو پھر بات ہی ختم ہوگئی اس ثبوت کی
وجہ سے کہ مرض کا کوئی دوسرا سبب ہے تو
پھر ہوسکتا ہے کہ دوسرے مریض کو بھی اسی
سبب سے مرض لاحق ہو گیا ہو، نتیجہ یہ کہ اس
صورت میں تعدیہ مرض (مجذومی) ثابت نہ ہوا
کیونکہ اس دعوٰی پر کوئی دلیل موجود نہیں۔
واقول ثانیاً (اور میں ثانیاً کہتا ہوں کہ)
ہر تقدیر پر متن اعدی الاول میں کونسا اشارہ ہے کہ
تعدیہ بطور تاثیر تو ثابت نہیں ہاں البتہ بطور

---

[1] عمدۃ القاری کتاب الطب باب لاہامۃ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/۲۶۹

مداناة ذلك سبب العلة فليتقه اتقاءه من الجدار المائل والسفينة المعيوبة[1] اقول فاذن كان يجب التباعد عنه على الخواص والعوام وينافيه ما ثبت من فعله صلی الله تعالٰی علیه وسلم وفعل الخلفاء الراشدین وحدیث کل مع صاحب البلاء قال وقد رد الفرقة الاولٰی علی الثانیة فی استدلالهم بالحدیثین ان النهی فیهما انما جاء شفقا علی مباشرة احد الامرین فتصیبه علة فی نفسه او عاهة فی ابله فیعتقد ان العدوٰی حق اهـ قلت وقد اختاره العسقلانی فی شرح النخبة وبسطنا الکلام معه فی شرح الشرح ومجمله انه یرد علیه اجتنابه علیه الصلٰوة والسلام عن المجذوم

عادت ثابت ہے علامہ موصوف نے فرمایا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے ارشاد "جذامی سے دُور بھاگو" اور اپنے ارشاد "مصیبت بیماری والے کسی صحتمند تندرست آدمی کے پاس نہ جائیں" میں بیان فرمایا کہ اس کا قُرب سببِ مرض ہے لہذا اس سے اس طرح بچے جیسے گرنے والی دیوار اور ٹوٹی پھوٹی کشتی سے بچتا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) پھر تو اس سے عوام وخواص سب کو دُور رہنا چاہیے حالانکہ یہ حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے فعل کے منافی اور خلاف ہے اور حدیث کل مع صاحب البلاء (صاحبِ مصیبت کے ساتھ کھانا کھاؤ) کے خلاف ہے۔ علامہ موصوف نے فرمایا پہلے فرقہ نے دوسرے فرقہ پر دو حدیثوں کے حوالے سے ان کے استدلال کرنے پر رَد کیا ہے کہ دونوں میں نہی اس شفقت پر مبنی ہے کہ کہیں دو باتوں میں سے ایک سے مباشرت ہو جائے کہ وُہ خود بیمار ہو جائے یا اس کے اونٹوں پر کوئی آفت آجائے پھر اس کا یہ اعتقاد ہو جائے کہ تعدیہ مرض حق ہے۔ چنانچہ ابنِ حجر عسقلانی نے اسے شرح النخبہ میں اختیار کیا ہے اور ہم نے شرح الشرح میں پوری تفصیل سے اس بارے میں کلام کیا ہے۔ اس کا محل بیان یہ ہے کہ ان پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۴۳

18

عند ارادة المبايعة[1] اقول قد مر فيه من الوجوه مايكفي و يشفي ولايثبت معها اجتنابه صلى الله تعالى وسلم عنه بالمعنى الذي رقم على انه صلى الله تعالى عليه وسلم ربما كان يتنزل من مرتبته ليستن به "قال مع ان منصب النبوة بعيد من ان يورد لحسم مادة ظن العدوى كلاما يكون مادة لظنها ايضا، فان الامر بالتجنب اظهر في فتح مادة ظن ان العدوى لها تاثير بالطبع[2] اقول اولا قد قدمنا في تقرير كلام النفاة السراة مايرشدك الى الجواب الم تر ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قد نفى العدوى جهارا واعلن به مرارا وقطع عرقه بقوله فمن اعدى الاول وقوله فمن اجرب الاول وقوله ذلكم القدر

علیہ وآلہ وسلم نے اس جذامی سے ارادہ بیعت کے وقت اجتناب فرمایا اقول (میں کہتا ہوں) اس میں اتنی وجوہات بیان ہوئیں کہ جو کافی وشافی ہیں لہٰذا ان کی موجودگی میں حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم کا اس جذامی سے اجتناب اس معنی میں ثابت نہیں جو تحریر کیا گیا، علاوہ ازیں یہ بات ملحوظ رہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی کبھی اپنے مقام رفیع سے تنزل فرما کر کوئی ایسا رویہ بھی اختیار فرماتے ہیں کہ اس سے آپ کی سنت قائم ہو اور اس کی اقتداء کی جائے۔ علامہ موصوف نے فرمایا اس کے باوجود منصب نبوت سے بعید ہے کہ وہ ظن عدوٰی کے مادہ کو قطع کرنے کے لئے ایسا کلام فرمائیں جو خود ظن عدوٰی کے لئے مادہ بن جائے کیونکہ عدوٰی سے بچنے کا حکم دینا خود مادہ ظن کے انکشاف کو زیادہ کرتا ہے کہ عدوٰی کے لئے طبعی تاثیر ہے اقول (میں کہتا ہوں) اولاً بیشک ہم نے نفی کرنیوالے افتخار کرنیوالے اکابرین کی تقریر کلام میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ تمہارے لئے جواب کی راہنمائی اور نشان دہی کرتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نفی عدوٰی برسرِ عام (کھلم کھلا) فرمائی اور متعدد بار اس کا اعلان فرمایا اور اپنے ان ارشادات سے اعدی الاول، فمن اجرب الاول، ذلکم القدر (یعنی پہلے

---

[1] و [2] مرقاة المفاتيح شرح المشكوة كتاب الطب والرقى باب الفال والطيرة الفصل الاول مكتبه حبيبيه كوئٹه ۸/ ۳۴۳

وقد بلغه تبليغا واضحا معروفا
عند الكل حتى تواتر عنه صلى
الله تعالٰی علیه وسلم وشاع
وذاع وملأ الاسماع والبقاع
فاين مثار لهذا الظن بعد
كل هذا الشد والشن بيد انه
اذ قد انسدت هذه الوسوسة
من قلوب المؤمنين بقيت
خشية انهم لانتفاء هذا
التوهم يخالطون المبتلين
ولا يتحامونهم وفيهم ضعفاء
اليقين بل هم الاكثرون
والشيطان يجري من
الانسان مجرى الدم وكان
امر الله قدرا مقدورا فان اصاب
احدا شئ يلقى العدو في
قلبه ان هذا للعدوى فيفر
هذا بدينه اشد مما كان
يفر لو لم يعلم ان النبي
صلى الله تعالٰی علیه وسلم
قد نفاها فحملته رحمته
صلى الله تعالٰی علیه وسلم
من رؤف بالمؤمنين رحيم
ان نهاهم عن المخالطة
اذ بدونها ان حدث

میں کیسے تعدیہ مرض ہوا، پہلے کو کس نے خارش لگائی، یہ تقدیر کی باتیں ہیں) اس کی جڑ کاٹ دی اور اس کی ایسی تبلیغ فرمائی جو سب کے ہاں مشہور و معروف ہے یہاں تک کہ یہ مسئلہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے تواتر (تسلسل) کی حد تک پہنچ گیا ہے اور لوگوں میں پھیلا اور شائع ہوا اس کی خوب اور بار بار سماعت ہوئی پھر اس شدت بندش کے بعد اس گمان کے لئے کون سی گنجائش باقی رہ جاتی ہے بغیر اس کے کہ جب اہل ایمان کے دلوں سے اس وسوسے کا ازالہ کر دیا گیا تو یہ خدشہ باقی رہ گیا کہ وہ اس انتفائے وہم کے باعث مصیبت زدہ لوگوں سے اختلاط (میل جول) رکھنے لگیں گے اور ان سے احتراز نہ کریں گے حالانکہ ان میں ضعیف الاعتقاد لوگ کثرت سے ہیں (اور حال یہ ہے) شیطان انسانی جسم میں خون کی طرح چلتا ہے۔ اللہ تعالٰی کا حکم ہو کر رہتا ہے لہذا اگر کسی کو کوئی مصیبت پہنچ گئی تو یہ دشمن (شیطان) اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالے گا کہ یہ سب کچھ متعدی اثرات کا نتیجہ ہے یعنی تعدیہ مرض اس کا سبب بنا تو یہ شخص اپنے دین سے زیادہ دُور ہو جائیگا بنسبت مصیبت زدہ سے دُور ہونے کے۔ اگر اسے یہ علم نہ ہوا کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اس عدوٰی کی نفی فرمائی ہے، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم جو مومنوں کے لئے رؤف اور رحیم ہیں کی رحمت اس سبب سے ہوئی کہ لوگوں کو مرض والے

شئ والعیاذ باللہ تعالیٰ لایحدث
فساد اعتقاد و اذا کان الامر فی
ھذا الباب کما وصفنا لک فھل
کان لسد ھذا الباب طریق
غیر ھذا الطریق الانیق الذی
سلکہ الحکیم الرحیم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم واذا کان الامر بالتجنب
عندکم شفقا علی ابدانھم فمالکم
لاتجیزونہ شفقا علی ایمانھم
فعلیک بالانصاف ثانیًا یا سبحٰن اللہ
من این جاء ظن التاثیر بالطبع
الیس قد نھی الشارع عن اقتحام
اسباب الھلاک و اسرع صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم حین مر بھدف
مائل فھل فیہ فتح باب ظن انھا
تؤثر بذاتھا قال وعلی کل تقدیر
فلا دلالۃ اصلا علی نفی العدوی
مبینًا واللہ تعالیٰ اعلم[1] اقول اوّلًا ان
لم یدل نفی الجنس والنکرۃ
الداخلۃ فی خبر النفی علی عموم النفی
فماذا یدل بل لادلالۃ علی
تخصیص النفی بکونھا بالطبع، واللہ
تعالیٰ اعلم، وثانیا لم یظھر لی

کے ساتھ اختلاط سے منع فرمایا کیونکہ اگر کوئی حادثہ
ہوگیا تو فسادِ اعتقاد نہ ہوا اور جب اس باب میں
معاملہ یہ ہے جیسا کہ ہم نے تمہارے لئے بیان کردیا
تو اس باب کو بند کرنے کے لئے کوئی اور پسندیدہ
اور خوبصورت طریقہ ہے جو حکیم و رحیم نے وضع فرماکر
لوگوں کے لئے پیش کیا ہو۔ جب تمہارے نزدیک
الگ رہنے کا حکم شفقت علی الاجسام کی بدولت ہے
تو پھر تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ لوگوں کے ایمان پر رحم
کھاتے ہوئے اسے کیوں جائز نہیں قرار دیتے ہو،
پس انصاف تمہارے ہاتھ ہے۔ ثانیًا اے
اللہ پاک تاثیر طبعی کا گمان کہاں سے آگیا۔ کیا شارع
نے اسبابِ ہلاکت میں گھسنے سے منع نہیں فرمایا، خود
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایک گرنے والی
دیوار کے پاس سے جلدی گزرے تو کیا اس میں باب
ظن کھلتا ہے کہ تعدیہ مرض بالذات موثر ہوتا ہے۔
علامہ موصوف نے فرمایا بہر تقدیر عدوٰی کے سبب ہونے
کی نفی پر اصلاً کوئی دلالت نہیں اور اللہ تعالیٰ خوب
سب کچھ جانتا ہے۔ **اقول** (میں کہتا ہوں)
اوّلاً اگر نفی جنس اور نکرہ جو محلِ نفی میں داخل ہے
(اگر یہ دونوں) عموم نفی پر دلالت نہ کریں تو پھر عموم
نفی پر کون سی چیز دلالت کرے گی، بلکہ عدوٰی
طبعی کی نفی کی تخصیص پر کوئی دلالت نہیں، واللہ تعالیٰ
اعلم۔ و **ثانیًا** علامہ موصوف کے اس قول

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/۳۴۳

معنٰی قولہ علٰی کل تقدیر فان علٰی تقدیر تعمیم النفی الدلالۃ علیہ فی غایۃ الظہور، فلیتأمل قال قال الشیخ التورپشتی واری القول الثانی اولی التاویلین لمافیہ من التوفیق بین الاحادیث الواردۃ فیہ[1]

اقول اولا التوفیق حاصل علی القول الاول ایضا کما بینا ولعلہ لہذا اعدل الطیبی عن ھذا التعلیل الی قولہ اری القول الثانی اولی لمافیہ من التوفیق بین الاحادیث والاصول الطبیۃ التی ورد الشرع باعتبارھا علی وجہ لاینا قض اصول التوحید[2] اھ،

اقول لاحاجۃ بنا الی تطبیق الشرع باصول الطب الفلسفی بل نؤمن بالشرع و نجری نصوصہ علی ظواھرھا فان وافقھا الطب وغیرہ فذاک والا رمینا المخالف بالجدار کائنا ماکان والحمد للہ رب العٰلمین۔

"علٰی کل تقدیر" کے معنی مجھ پر ظاہر اور واضح نہیں ہوئے، کیونکہ تعمیم نفی کی تقدیر پر تو اس معنی میں بہت واضح اور جلی دلالت موجود ہے پس غور کرو۔ موصوف نے فرمایا شیخ تورپشتی نے کہا میں دوسرے قول کو دو تاویلوں میں سے زیادہ بہتر خیال کرتا ہوں کیونکہ اس کو اختیار کرنے سے احادیث واردہ فی الباب میں موافقت اور مطابقت ہوجاتی ہے **اقول اولاً** (میں اولاً کہتا ہوں کہ) قول اول پر بھی دونوں میں موافقت موجود ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے اور شاید اسی وجہ سے علامہ طیبی نے اس تعلیل سے اس قول کی طرف عدول فرمایا کہ میں دوسرے قول کو زیادہ بہتر خیال کرتا ہوں کیونکہ اس میں احادیث واردہ اور قواعد طبیہ میں موافقت اور مطابقت ہوجاتی ہے کیونکہ علم طب کے اصول وقواعد کا شریعت نے ایسی وجہ پر اعتبار کیا ہے کہ وہ اصول توحید کے مناقض اور خلاف نہ ہوں اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) شریعت اور طب فلسفی کے اصول و قواعد میں ہمیں مطابقت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ ہم شریعت پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے نصوص کو ظاہر پر جاری کرتے ہیں پس اگر طب وغیرہ شرعی اصولوں کی موافقت کرے تو ٹھیک ہے

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/۳۴۳

[2] شرح الطیبی لمشکوٰۃ المصابیح " " " " " " " ادارۃ القرآن کراچی ۸/۳۱۴

واقول ثانیا بل التوفیق علی القول الاول اظهر وازهر فان منصب النبوة اجل من ان یبالغ فی نفی امر حق هٰذه المبالغة ولا یرشد الیٰ اثباته الا بامر محتمل غیر بین وثالثا بل حق التوفیق منحصر فیما اختاره الجمهور لانه لیس فیه صرف شیٔ من الاحادیث عن الظاهر وارتکاب تخصیص من دون ملجئ ظاهر قال ثم لان القول الاول یفضی الی تعطیل الاصول الطبیة ولم یرد الشرع بتعطیلها بل ورد باثباتها والعبرة بها علی الوجه الذی ذکرناه[1] اقول لا نسلم ان الشرع سلم الطب بتفاصیلها والافاضل الثلثة التورپشتی والطیبی والقاری هم الناقلون کغیرهم ان الاطباء یعتقدون الاعداء فی الطاعون والوباء فلو صدقهم الشرع

ورنہ مخالف چیز خواہ کوئی بھی ہو اسے پھینک دیں گے، اور تمام خوبیاں خدا کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے **اقول ثانیا** (میں دوبارہ کہتا ہوں) بلکہ قولِ اول پر موافقت و مطابقت زیادہ ظاہر اور روشن ہے اس لئے کہ مقامِ نبوت اس سے کہیں زیادہ عظیم و جلیل ہے کہ کسی امرِ حق کی نفی میں وہ اس قدر مبالغہ آمیزی کرے جبکہ اس کے اثبات میں صرف ایسے امر سے راہنمائی ہو سکتی ہو جو محتمل غیر واضح ہے۔ **وثالثا** (تیسری بات) بلکہ حق توفیق اس میں منحصر ہے کہ جس کو جمہور اہلِ علم نے اختیار فرمایا کیونکہ اس میں احادیث کو اپنے ظاہری مفہوم سے پھیرنا نہیں پڑتا اور اضطرار ظاہری کے بغیر ارتکاب تخصیص نہیں کرنا پڑتا۔ علامہ موصوف نے فرمایا اس لئے کہ قولِ اول اصولِ طبیہ کے معطل کر دینے تک پہنچا دیتا ہے حالانکہ شریعت میں ان کا تعطل وارد نہیں بلکہ ان کا اثبات وارد ہے ان کا اعتبار اس طریقے پر ہو سکتا ہے جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) ہم یہ نہیں مانتے کہ شریعت نے علمِ طب کی تمام تفصیلات کو تسلیم کیا ہے تین فضلاء، تورپشتی طیبی اور ملا علی قاری تو دوسروں کی طرح ناقل ہیں کہ اطباء طاعون اور وبا میں تعدیہ کا اعتقاد رکھتے ہیں اگر شریعت اس بارے میں ان کی تصدیق کرتی تو پھر جہاں

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/۳۴۳

فذلك لم يامر بالثبات وعدم
الخروج من حيث وقع لكونه
اذ ذاك القاء بالايدى الى التهلكة
ولم يجعل الفار منه كالفار من
الزحف بل كان كالفار من جدار
يريد ان ينقض مع ان هذا
الامر متواتر عنه صلى الله تعالى
عليه وسلم وقد وعد عليه
الاجر العظيم فعلوان مزعومهم
هذا باطل عند الشرع وانما نهى
عن الدخول عليه كما امر
بالفرار من المجذوم لانه عسى
ان يدخل فيبتلى بالقدر
فيقول اُعديت او يقول
لولا الدخول لما ابتليت ومثل
"لو" هذه تفتح عمل الشيطان
والعياذ بالله تعالٰى قال ويدل
علٰى صحة ماذكرنا قوله صلى الله
تعالٰى عليه وسلم قد بايعناك
فارجع وقوله صلى الله تعالٰى عليه
وسلم كل ثقة بالله ولا سبيل الى
التوفيق بين هٰذين الحديثين
الا من هذا الوجه بيّن بالاول التوقى
من اسباب التلف وبالثانى
التوكل على الله جل جلاله

طاعون واقع ہوجائے وہاں لوگوں کو ٹھہرنے اور
کہیں باہر نہ جانے کا حکم نہ دیتی کیونکہ پھر تو اپنے
ہاتھوں ہلاکت میں پڑنا ہوتا، اور طاعون سے
بھاگنے والے کو جنگ سے بھاگنے والے کی
طرح قرار نہ دیتی بلکہ وُہ گرنے والی دیوار کے پاس سے
بعجلت گزرنے کی طرح ہوتا باوجودیکہ یہ حکم آنحضرت
صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے متواتر منقول ہے
اور اس پر اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا گیا ہے پس معلوم
ہوا کہ شریعت میں ان کا یہ خیال باطل ہے لہذا
جہاں طاعون پھوٹ پڑے وہاں اسی طرح جانا
منع ہے جس طرح جذامی کے پاس جانا ممنوع ہے
اور اس سے بھاگنے کا حکم ہے اس لئے کہ اگر
وہاں جانے کی صورت میں بقضاء و قدر مبتلائے
مصیبت ہوگیا تو کہنے لگے گا کہ مجھ پر تعدیہ مرض ہوگیا
یا یُوں کہنے لگے گا کہ اگر وہاں نہ جاتا تو مبتلائے مرض
نہ ہوتا، اور یہ حرفِ "لو" شیطانی عمل کا دروازہ
کھولتا ہے، اللہ تعالٰے کی پناہ ۔ علامہ موصوف
نے فرمایا اس کی صحت پر جو کچھ ہم نے بیان کیا
حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا یہ ارشاد
دلالت کرتا ہے کہ لوٹ جاؤ ہم نے تمہیں (زبانی)
بیعت کرلیا ہے اور آپ کا یہ ارشاد "اللہ تعالٰی پر
بھروسہ کرتے ہوئے (میرے ساتھ) کھاؤ"
پس ان دو حدیثوں میں موافقت کی اس طریقہ
کے سوا اور کوئی صورت نہیں (اور وُہ یہ ہے کہ)
پہلی حدیث میں اسباب ہلاکت سے بچنے کی تلقین

ولا الٰہ غیرہ فی متارکۃ الاسباب و وھو حالہ^عہ^ اھ(ای کلام التورپشتی قال القاری) ھو جمع حسن فی غایۃ التحقیق واللہ ولی التوفیق[1] اقول رحمك اللہ لقد حجرت واسعا فقد بان و ظھر جمع صاف شاف لمع و زھر و قد منا وجوہ ترجیحہ و ما ذکر من الجمع ففیہ ما فیہ کما اسلفنا فان التوقی من

فرمائی گئی اور دوسری میں اسباب کو چھوڑ کر محض اللہ تعالٰی پر بھروسہ اور توکل کرنے کا طریقہ سکھایا گیا ہے وُہ اللہ تعالٰی کہ جس کی بزرگی بہت بڑی ہے اور اس کے بغیر کوئی اور معبودِ برحق نہیں، اور وہ حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ایک خصوصی حال ہے اھ یعنی تورپشتی کا کلام مکمل ہوگیا۔ ملا علی قاری نے فرمایا وہ ایک خوبصورت انتہائی تحقیقی کام جمع ہے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے تم نے تو کشادہ کو تنگ کر ڈالا اور اس میں رکاوٹ ڈال دی بلاشبہہ ایسی جمع ظاہر اور واضح ہے جو صاف، شفاف، روشن اور چمکدار ہے اور ہم نے پہلے ہی اس کی وجوہِ ترجیح بیان کردی ہیں،

عہ کذا فی نسختی المرقاۃ و علیہ فالضمیر لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم اما کلام التورپشتی فھکذا بعد قولہ متارکۃ الاسباب یثبت بالاول التعرض للاسباب و ھو سنۃ و بالثانی ترك الاسباب وھو حالۃ اھ فالحالۃ بتاء التانیث لا بہاء الضمیر ۱۲ منہ۔

عہ میرے پاس جو مرقاۃ کا نسخہ ہے اس میں عبارت اسی طرح درج ہے پس اس کی بنا پر حالہٗ کی ضمیر حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف لوٹتی ہے، رہا تورپشتی کا کلام تو وہ اس کے قول متارکۃ الاسباب کے بعد اس طرح ہے ــــــ پس حدیث اول سے اسباب کا استعمال ثابت ہُوا اور وہ سنت ہے جبکہ دوسری حدیث سے ترکِ اسباب کا ثبوت ملا اور وہ ایک حالت ہے اھ، پس لفظ حالۃ صرف "تا" تانیث کے ساتھ ہے نہ کہ "ہ" ضمیر کے ساتھ ۱۲ منہ۔ (ت)

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۴۳

اسباب التلف واجب على الناس جميعا لایستثنی منه الخواص ولیس التوکل ترك الاسباب ولا مضادة الحکمة ولا الاجتراء علیها بل اخراج الاسباب عن القلب مع تعاطی النافع وتحاصی الضار وقصر النظر علی المسبب جل وعلا قیدها وتوکل علی الله ، ثم قال القاری تحت قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم وفر من المجذوم" وقد تقدم ان هذا رخصة للضعفاء وترکه جائز للاقویاء بناء علی ان الجذام من الامراض المعدیة[1] الخ **اقول** ان کلمات النافین والمثبتین جمیعا مطبقة علی ان الامر بالتوقی لضعفاء الیقین وحدیث کل ثقة بالله وکل مع صاحب البلاء وامثالهما للکاملین صرح به ایضا فی المقاصد الحسنة والتیسیر وغیرهما وهذا ایضا من اول دلیل علی صحة

رہی وہ جمع جس کا یہاں ذکر کیا گیا تو اس میں وہ کچھ ہے جو ہے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا کیونکہ اسباب ہلاکت سے بچنا سب لوگوں پر واجب ہے لہذا اس سے خواص مستثنی نہیں اور توکل ترکِ اسباب اور ان پر جرأت کرنا نہیں اور نہ وہ حکمت کے خلاف ہے بلکہ اسباب کو دل سے نکال دینا اور فائدہ بخش چیز کو لینا اور ضرر رساں امور سے بچنا اور نگاہ کو صرف اللہ تعالٰی جل وعلا (جو مسبب الاسباب ہے) پر روک رکھنا اس کی قیود کو ملحوظ رکھنا توکل علی اللہ ہے پھر ملا علی قاری نے حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے ارشادِ گرامی "مجذوم سے بھاگو" کے ذیل میں فرمایا بلاشبہ پہلے گزر چکا ہے کہ یہ کمزوروں کے لئے رخصت ہے جبکہ قوی حضرات کیلئے اس کا چھوڑنا جائز ہے اس بنا پر کہ مرض جذام متعدی امراض میں سے ہے الخ **اقول** (میں کہتا ہوں) نفی اور اثبات کرنے والوں کے کلمات اس پر متفق ہیں کہ بچنے اور پرہیز کرنے کا حکم ضعیف الاعتقاد لوگوں کے لئے ہے اور حدیث "اللہ تعالٰی پر اعتماد و بھروسہ رکھتے ہوئے کھاؤ" اور "صاحب مصیبت کے ساتھ کھاؤ پیو" ان دو حدیثوں اور ان جیسی دیگر حدیثوں کا بیان کاملین کے لئے ہے۔ چنانچہ مقاصدِ حسنہ، تیسیر اور ان دو کے علاوہ دیگر کتب میں اس بات کی تصریح کر دی گئی ہے اور یہ بھی نفی کرتے

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۴۵

قول النفاۃ فان الاسباب العادیۃ یستوی فیھا الاقویاء والضعفاء فلایلتئم ھذا علی قول المثبتین اما علی قول النفاۃ واضح انہ لاعدوی حقیقۃ وانما الخشیۃ ان یتوھمھا من ابتلی بقدر وھذا لایخشی منہ علی الذین اٰمنوا وعلی ربھم یتوکلون جعلنا اللہ تعالٰی منھم بفضل رحمتہ بھم اٰمین!

والوں کے قول کی صحت پر پہلی دلیل ہے کیونکہ عادی اسباب میں قوی اور ضعیف برابر اور مساوی ہوتے ہیں لہذا اثبات کرنے والوں کے قول سے یہ موافقت اور مطابقت نہیں رکھتا لیکن نفی کرنے والوں کے قول سے مطابقت واضح ہے کیونکہ ان کے نزدیک تو درحقیقت کسی مرض میں تعدیہ ہے ہی نہیں، ہاں البتہ اس بات کا خطرہ و اندیشہ رکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تقدیر الٰہی کی بنا پر مرض میں مبتلا ہوجائے تو اسے تعدیہ کا وہم ہوجائے گا۔ (رہا ان حضرات کا معاملہ) جو سچے مومن اور اپنے پروردگار پر کامل یقین و بھروسہ رکھتے ہیں تو ان سے اس قسم کا خوف اور خدشہ نہیں۔ اللہ تعالٰی اپنے فضل و رحمت سے جو ان پر ہے ہمیں بھی نوازے اور ان لوگوں میں شامل فرمائے آمین! (ت)

بالجملہ مذہب معتمد و صحیح و رجیح و نجیح یہ ہے کہ جذام، کھجلی، چیچک، طاعون وغیرہا اصلاً کوئی بیماری ایک کی دوسرے کو ہرگز ہرگز اُڑ کر نہیں لگتی، یہ محض اوہام بے اصل ہیں کوئی وہم پکائے جائے تو کبھی اصل بھی ہوجاتا ہے کہ ارشاد ہوا ہے: انا عند ظن عبدی بی[1] (میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس کے پاس ہوتا ہوں۔ ت) وہ اس دوسرے کی بیماری اُسے نہ لگی بلکہ خود اسی کی باطنی بیماری کہ وہم پرورده تھی صورت پکڑ کر ظاہر ہوگئی۔ فیض القدیر میں ہے:

بل الوھم وحدہ من اکبر اسباب الاصابۃ[2]۔

بلکہ اکیلا وہم، اسباب رسائی میں سے سب سے بڑا سبب ہے۔ (ت)

اس لئے اور نیز کراہت واذیت وخود بینی وتحقیر مجذوم سے بچنے کے واسطے اور نیز اس دُور اندیشی سے کہ مبادا اسے کچھ پیدا ہو اور ابلیس لعین وسوسہ ڈالے کہ دیکھ بیماری اُڑ کر لگ گئی اور اب معاذ اللہ اُس امر کی حقانیت اس کے خطرہ میں گزرے گی جسے مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باطل فرماچکے یہ اُس مرض سے بھی بدتر مرض ہوگا ان وجوہ سے شرع حکیم و رحیم نے ضعیف الیقین لوگوں کو حکم استحبابی دیا ہے کہ اُس سے دور رہیں

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ — المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۱۵

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۱۴۱ — دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۳۷

اور کامل الایمان بندگانِ خدا کے لئے کچھ حرج نہیں کہ وہ ان سب مفاسد سے پاک ہیں۔ خوب سمجھ لیا جائے کہ دور ہونے کا حکم ان حکمتوں کی وجہ سے ہے نہ یہ کہ معاذ اللہ بیماری اُڑ کر لگ جائے گی اسے تو اللہ و رسول رَد فرما چکے جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) پھر از انجا کہ یہ حکم ایک احتیاطی استحبابی ہے واجب نہیں، کما قد مناعن النووی عن القاضی عن جمہور العلماء (جیسا کہ امام نووی بواسطہ قاضی عیاض ہم جمہور علماء کا قول پہلے بیان کر آئے ہیں۔ت) ہرگز کسی واجب شرعی کا معارضہ نہ کرے گا مثلاً معاذ اللہ جسے یہ عارضہ ہو اس کے اولاد و اقارب و زوجہ سب اس احتیاط کے باعث اس سے دُور بھاگیں اور لسے تنہا وضائع چھوڑ دیں یہ ہرگز حلال نہیں بلکہ زوجہ ہرگز اسے ہمبستری سے بھی منع نہیں کر سکتی، ولہذا ہمارے شیخین مذہب امام اعظم و امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک جذام شوہر سے عورت کو درخواست فسخ نکاح کا اختیار نہیں اور خدا ترس بندے تو ہر بیکس بے یار کی اعانت اپنے ذمہ پر لازم سمجھتے ہیں۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اللہ اللہ فی من لیس لہ الا اللہ۔ رواہ ابن عدی[1] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اللہ سے ڈرو اس کے بارے میں جس کا کوئی نہیں سوا اللہ کے۔ (محدث ابن عدی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ت)

لاجرم امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

اما الثانی (ای قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فر من المجذوم) فظاھرہ غیر مراد للاتفاق علی اباحۃ القرب منہ وثاب بخدمتہ وتمریضہ وعلی القیام بمصالحہ[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(لیکن دوسری حدیث یعنی حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد "مجذوم سے بھاگو") تو اس کا ظاہر مراد نہیں، یعنی علماء کا اتفاق ہے کہ مجذوم کے پاس اُٹھنا بیٹھنا مباح ہے اور اس کی خدمت گزاری و تیمار داری موجب ثواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

واذ خرجت المقالۃ فی صورۃ رسالۃ ناسب ان نسمھا الحق المجتلیٰ

اچانک مقالہ رسالہ کی شکل میں ظاہر ہوا لہذا مناسب ہے کہ ہم اس کا نام الحق المجتلیٰ

---

[1] کشف الخفاء بحوالہ ابن عدی عن ابی ہریرۃ حرف الھمزہ رشدین حدیث ۵۸۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۴۳

[2] فتح القدیر باب العنین وغیرہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۱۳۳

فی حکم المبتلٰی، والحمد للّٰہ علٰی ماانعم وعلم وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولانا محمد و اٰلہ وصحبہ وسلم۔

فی حکم المبتلٰی رکھیں (یعنی مصیبت زدہ کا حکم بیان کرنے میں بالکل واضح اور روشن حق) سب تعریف اس اللہ تعالٰی کے لئے ہے جس نے انعام فرمایا اور علم سکھایا، درود وسلام ہو ہمارے آقا و مولٰی حضرت محمد مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور اُن کی آل اور اصحاب پر۔(ت)

رسالہ

الحق المجتلٰی فی حکم المبتلٰی

ختم ہوا